تصویر کا مسئلہ

محمد رفیع مفتی



تصویر کا مسئلہ

تصویر کا مسئلہ

محمد رفیع مفتی

المورد
۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

ناشر: المورد

51 کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔

فون: 042-5865145, 5834306

طابع: فائن پرنٹرز، لاہور

طبع دوم: جنوری 2008ء

قیمت: 80 روپے

ISBN: 978-969-8799-27-4

تقسیم کنندہ: جہانگیر بک ڈپو

آفس: 257 ریواز گارڈن، لاہور۔ فون: 042-7213318 فیکس: 042-7213319

ملنے کا پتا: المورد لاہور: K-51 ماڈل ٹاؤن۔ فون: 042-5865145, 5834306

المورد کراچی: فسٹ فلور سنو وائٹ چیمبر بہادر آباد کورنگی۔ فون: 021-4942445

جہانگیر بک ڈپو لاہور: اردو بازار۔ فون: 042-7220879

سیلز ڈپو کراچی: اردو بازار۔ فون: 021-2765086

سیلز ڈپو راولپنڈی: اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک۔ فون: 051-5552929

سیلز ڈپو ملتان: اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4781781

سیلز ڈپو فیصل آباد: کوتوالی روڈ، نزد امین پور بازار۔ فون: 0333-4469077

سیلز ڈپو حیدر آباد: نزد یونیفارم سنٹر جامع مسجد صدر، رسالہ روڈ۔ فون: 0300-3012131

المورد

۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

دیباچہ

دین کے حوالے سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ آج اس کی سب سے اہم اور بنیادی خدمت کیا ہے تو ہمارے خیال میں اس کا جواب یہ ہوگا کہ اسے اس کی صحیح شکل میں دریافت کیا جائے۔ دین اس امت کے ہاتھوں سے کہیں غائب نہیں ہوگیا، وہ اس کے پاس موجود ہے، لیکن دین کے نام سے وہ سب کچھ جو اس کے پاس موجود ہے، وہ سب کا سب دین نہیں۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ صحیح دین اسی کے اندر موجود ہے۔

دین کو اس کی صحیح شکل میں دریافت کرنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ 'ما قال اللہ تعالیٰ' اور 'ما قال الرسول' کے صحیح مفہوم اور اس کے صحیح اطلاقات کو جانا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ ہمارے اردگرد پائے جانے والے نظریات وتصورات میں سے کیا کچھ وہ ہے، جس کے پیچھے خدا اور اس کا رسول کھڑے ہیں اور کیا کچھ وہ ہے جو انسان کی لغزش فکر کا نتیجہ یا شیطان کے القا کا ظہور ہے۔ اگر دین کی اس اہم خدمت سے ہم غفلت برتتے ہیں تو معلوم نہیں کہ دین پر عمل کرنے کا اعلیٰ ترین جذبہ اور اس کی دعوت دینے کا پاکیزہ ترین جذبہ، ایسے جذبے بھی انسان کو بے دینی کی کس دنیا میں لے جا کھڑا کریں۔ حق کو باطل سے جدا کیے بغیر، دین کے نام سے جو کچھ بھی پیش کیا جاتا ہو، اسے اپنے لیے دین قرار دے لینا ایسا ہی ہے جیسے خدا اور شیطان کو بیک وقت اپنا رہنما بنا لینا۔ حق کو جاننے کی کاوش دراصل، خدا اور اس کے رسول کا ہاتھ تھامنے کی کاوش ہے۔ اس میں کامیابی پر بھی اجر ملتا ہے اور ناکامی پر بھی۔

میں نے اپنے اس زمانے میں حمید الدین فراہی رحمہ اللہ کے ان خوشہ چینوں کو جنھیں دنیا فکر فراہی کے علم برداروں کی حیثیت سے جانتی ہے، اسی کوشش میں مگن پایا ہے۔ میں نے ان کی دن رات کی فکر یہی دیکھی ہے کہ دین کو اس کی صحیح شکل میں دریافت کیا جائے، اس پر عمل کیا جائے اور اسے اس کی صحیح شکل ہی میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ ان کا یہ خیال اور یہ لگن دل کو ایسی بھائی کہ میں نے اپنے لیے تلاش حق میں سرگرداں انھی لوگوں کی رفاقت کو زندگی کا اثاثہ بنا لیا۔ پھر انھی کے ذوق علم کا یہ اثر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بساط کی حد تک دین کی اسی خدمت میں حصہ لینے کا موقع عنایت فرمایا۔

قارئین کے ہاتھوں میں یہ مقالہ 'تصویر کا مسئلہ' موجود ہے۔ الحمدللہ اس مقالے میں بس اسی چیز کو جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ تصویر کے معاملے میں 'ما قال اللّٰہ تعالیٰ' اور 'ما قال الرسول' کی مراد کیا ہے اور اس کا صحیح اطلاق کیا ہے۔

اس مقالے میں زیر بحث موضوع پر تحقیق کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ پہلے تصویر کے بارے میں رائج نقطۂ نظر اپنے استدلال کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، پھر اس کا تجزیہ کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ نقطۂ نظر اپنی اساسی احادیث اور قرآن کے تصور تماثیل سے متعارض ہے۔ لہٰذا، اسے کسی صورت بھی قبول نہیں کیا جا سکتا۔

صحیح نقطۂ نظر کی تلاش کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ

پہلے تصاویر و تماثیل سے متعلق قرآن مجید کی رہنمائی معلوم کی گئی ہے،

پھر احادیث کی رہنمائی سامنے لائی گئی ہے،

اس کے بعد اسی سلسلے میں فہم صحابہ رضی اللہ عنہم کو زیر بحث لایا گیا ہے،

پھر تصاویر ہی کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل پر بحث کی گئی ہے،

پھر تابعین رحمہم اللہ کے فہم اور عمل کو زیر بحث لایا گیا ہے،

پھر تصویر و تمثال کے بارے میں قدیم شرائع میں موجود ہدایات کو سامنے لایا گیا ہے،

اور آخر میں تصویر وغیرہ سے متعلق بعض اہم سوالات قائم کر کے ان پر باقاعدہ بحث کی گئی ہے۔

اپنی کاوش کی حد تک اس میں تصویر سے متعلق ہر سوال اور ہر اشکال کو زیر بحث لایا گیا ہے، تاہم اس کے باوجود ایسا ممکن ہے کہ کچھ پہلو تشنہ رہ گئے ہوں۔

اس مقالے کی ہر خوبی اللہ کی اس عین عنایت سے ہے، جس کا ایک ظہور مجھ پر اس طرح سے ہوا کہ مجھے جناب جاوید احمد صاحب غامدی کے ہاں علمی تربیت پانے کا موقع ملا اور اس کی ہر خامی میری کوتاہی علم کی بنا پر ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس مقالے پر علما کا تنقید و تبصرہ میرے لیے فہم و ادراک میں ترقی کا باعث ہوگا۔

—— محمد رفیع مفتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصویر کا مسئلہ

رائج نقطۂ نظر

تصویر کے بارے میں مسلمانوں میں عام نقطۂ نظر یہ پایا جاتا ہے کہ کسی بھی ذی روح ،یعنی جان دار کی تصویر یا اس کا مجسمہ بنانا شرعاً حرام ہے۔البتہ بے جان کی تصویر یا مجسمہ بنانا جائز ہے۔ یہ نقطۂ نظر دراصل تصویر کے بارے میں فقہا کی آرا سے اخذ کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بات تصویر کے بارے میں خود قرآن وحدیث کے اپنے مدعا ہی کے خلاف ہے۔آیندہ صفحات میں ہم اس نقطۂ نظر کا تنقیدی جائزہ لیں گے اور اس باب میں صحیح رائے واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ وما توفیقنا الا باللّٰہ۔

تصویر کے بارے میں فقہاے احناف اور دوسرے فقہا کی رائے ''صحیح بخاری'' کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں علامہ بدرالدین عینی نے درج ذیل الفاظ میں نقل کی ہے:

قال اصحابنا و غیرهم تصویر صورة الحیوان حرام اشد التحریم و هو من الکبائر و سواء صنعه لما یمتهن او لغیره فحرام بکل	''ہمارے اصحاب (فقہاے احناف) اور ان کے علاوہ دوسرے فقہا فرماتے ہیں کہ جان دار کی تصویر بالکل حرام ہے۔اسے بنانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ یہ حرمت ہر

حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله و سواء كان في ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط و اما ما ليس فيه صورة حيوان كالشجر و نحوه، فليس بحرام و سواء كان في هذا كله ما له ظل و ما لا ظل له و بمعناه قال جماعة العلماء مالك و الثوري و أبو حنيفة و غيرهم و قال القاضي إلا ما ورد في لعب البنات و كان مالك يكره شراء ذلك.
(۷۰/۲۲)

صورت میں ہے، خواہ تصویر توہین کے مقام پر رکھنے کے لیے بنائی گئی ہو یا شرف کے مقام پر رکھنے کے لیے، کیونکہ اس میں خدا کی تخلیق کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ تصویر خواہ کسی کپڑے، بچھونے، دینار، درہم، پیسے، برتن یا دیوار پر بنی ہو، حرمت میں سب برابر ہیں۔ ہاں اگر اس تصویر میں کسی جان دار کی شکل نہ ہو تو پھر یہ حرام نہیں ہے۔ (جو تصاویر حرام ہیں ان میں) حرمت کا معاملہ یکساں ہوگا، خواہ وہ مجسمہ ہوں جس کا سایہ ہو سکتا ہے یا ایسی تصاویر ہوں جن کا سایہ ہو ہی نہیں سکتا۔ تصویر کے معاملے میں یہی رائے علما کی اُس جماعت کی بھی ہے جس میں امام مالک، سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ اور دوسرے علما شامل ہیں۔ البتہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لڑکیوں کی گڑیاں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جبکہ امام مالک رحمہ اللہ ان کی خرید و فروخت کو بھی مکروہ سمجھتے تھے۔''

اسی ضمن میں شافعی مسلک کے فقہا کا نقطۂ نظر شیخ الاسلام امام نووی رحمہ اللہ نے ''شرح مسلم'' میں درج ذیل الفاظ میں بیان کیا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں اس کی توثیق کی ہے:

قال اصحابنا و غيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان

''ہمارے (مسلک شافعی کے) فقہا اور ان کے علاوہ دوسرے علما فرماتے ہیں کہ

حرام شديد التحريم و هو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور فى الأحاديث و سواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ وسواء ما كان فى ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها و أما تصوير صورة الشجر و رحال الإبل وغيرذلك مما ليس فيه صورة حيوان فليس بحرام ، هذا حكم نفس التصوير و أما إتخاز المصور فيه صورة حيوان فإن كان معلقاً على حائط أو ثوباً ملبوساً أو عمامة و نحو ذلك مما لا يعد ممتهناً فهو حرام ، وان كان فى بساطٍ يداس و مخدة و وسادةٍ و نحوها مما يمتهن فليس بحرام ... ولا فرق فى هذا كله بين ما له ظل و ما لا ظل له هذا

جان دار کی تصویر بالکل حرام ہے اور یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیونکہ اس پر وہ وعید شدید وارد ہوئی ہے جو احادیث میں آئی ہے۔ یہ حرمت ہر صورت میں ہے، خواہ تصویر توہین کے مقام پر رکھنے کے لیے بنائی گئی ہو یا شرف کے مقام پر رکھنے کے لیے، کیونکہ اس میں خدا کی تخلیق کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ تصویر خواہ کسی کپڑے، بچھونے، درہم، دینار، پیسے، برتن، دیوار یا کسی اور چیز پر بنی ہو، حرمت میں سب برابر ہیں اور جہاں تک درخت کی یا پالان کی یا ایسی ہی دوسری اشیا کی تصاویر کا تعلق ہے، جن میں روح نہیں ہوتی تو وہ تصاویر حرام نہیں ہیں۔ یہ حکم تو تصویر بنانے کے بارے میں ہے۔ جہاں تک اس چیز کے استعمال کا تعلق ہے، جس پر کسی جان دار کی تصویر بنی ہو، وہ شے اگر دیوار پر معلق ہے یا وہ پہنا ہوا لباس ہے یا عمامہ ہے یا اس کی مثل کوئی اور ایسی چیز ہے، جو عموماً ذلیل وحقیر نہیں سمجھی جاتی تو اس چیز کا استعمال حرام ہے۔ اور اگر جان دار کی یہ تصویر کسی بچھونے پر ہے جسے روندا جاتا ہے یا گدے اور تکیے پر یا اس کی مثل کسی ایسی چیز پر ہے جو عموماً پامال ہوتی

تلخيص مذهبنا فی المسئلة و بمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة و التابعين و من بعدهم و هو مذهب الثوری و مالك و أبی حنيفة وغيرهم.
(صحیح مسلم بشرح النووی ۸۱/۱۴)

ہے، تو اس چیز کا استعمال حرام نہیں... اور اِن سب تصاویر میں اس پہلو سے کوئی فرق نہیں کہ وہ مجسم ہوں جن کا سایہ پڑتا ہے یا وہ محض رنگ و نقش ہوں، جن کا سایہ نہیں ہوتا۔ تصویر کے معاملے میں یہ ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے۔ اسی کی مثل صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور ما بعد کے اکثر علما کی رائے ہے۔ امام ثوری، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے علاوہ دوسرے علما کا مذہب بھی یہی ہے۔''

تصویر کے بارے میں عام نقطۂ نظر فقہاے کرام کی انھی درج بالا آرا پر مبنی ہے۔

بناے استدلال

اس نقطۂ نظر کے حاملین اپنے حق میں درج ذیل احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کرتے ہیں:

عن وهب بن عبد الله قال : ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم لعن المصور. (بخاری، رقم ۲۰۸۶)

''وہب ابن عبداللہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مصور (تصاویر بنانے والے) پر لعنت فرمائی۔''

عن القاسم انه سمع عائشة تقول دخل علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم وقد سترت سهوة لی بقرام فيه تماثيل فلما راه هتكه

''قاسم سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، اس حال میں کہ میں نے (گھر کے) طاق پر

وتلون وجهه وقال يا عائشة اشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله قالت عائشة فقطعناه فجعلنا منه وسادة او وسادتين.
(مسلم، رقم ۲۱۰۷)

ایک ایسا کپڑا لٹکا رکھا تھا، جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ نے اسے پھاڑ دیا اور آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے فرمایا: اے عائشہ، قیامت کے دن اللہ کے ہاں شدید ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو خدا کی تخلیق کے مشابہ تخلیق کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر ہم نے اس کو پھاڑ دیا اور اس کے ایک یا دو تکیے بنا لیے۔''

عن عائشة انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما راها رسول الله صلى الله عليه وسلم قام على الباب فلم يدخل فعرفت او فعرفت فى وجهه الكراهية فقالت يا رسول الله اتوب الى الله والى رسوله فما ذا اذنبت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بال هذه النمرقة فقالت اشتريتها لك تقعد عليها و توسدها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اصحاب هذه الصور يعذبون ويقال لهم احيوا

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک غالیچہ (گدا) خریدا، جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر میں داخل ہوتے ہوئے) جب اسے دیکھا تو آپ دروازے ہی پر رک گئے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے، چنانچہ میں نے آپ کے چہرے سے ناگواری جان لی یا یوں کہہ لیں کہ آپ کے چہرے سے ناگواری ٹپکی پڑتی تھی۔ (راوی کہتے ہیں) تو انھوں نے یعنی حضرت عائشہ نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کی جناب میں توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا غلطی کی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

ما خلقتم ثم قال ان البيت الذى فيها الصور لا تدخله الملائكة.
(مسلم، رقم ۲۱۰۷)

یہ گدا کیسا ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے یہ آپ کے لیے خریدا ہے تا کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں۔ تو رسول اللہ نے فرمایا: ان تصاویر والوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے تخلیق کیا ہے اِسے زندہ کرو۔ پھر آپ نے فرمایا: جس گھر میں تصاویر ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

عن سعيد بن ابى الحسن قال كنت عند ابن عباس رضى الله عنهما اذ اتاه رجل فقال يا ابا عباس انى انسان انما معيشتى من صنعة يدى وانى اصنع هذه التصاوير فقال ابن عباس لا احدثك الا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سمعته يقول من صور صورة فان الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها ابدا فربا الرجل ربوة شديدة و اصفر وجهه فقال ويحك ان ابيت الا ان تصنع فعليك بهذا الشجر كل شىء ليس فيه روح.
(بخاری، رقم ۲۲۲۵)

"سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے ابوعباس، میں ایک ایسا شخص ہوں جو اپنے ہاتھ سے روزی کماتا ہے اور میرا روزگار یہ تصویریں بنانا ہے۔ حضرت ابن عباس نے جواب دیا کہ میں تم سے وہی بات کہوں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ میں نے آپ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص تصویر بنائے گا، اللہ اسے عذاب دے گا اور اسے اس وقت تک نہ چھوڑے گا، جب تک وہ اس میں روح نہ پھونکے اور وہ اس میں کبھی بھی نہ پھونک سکے گا۔ یہ بات سن کر وہ شخص بہت گھبرا گیا

اور اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔اس پر ابن عباس نے کہا: بندۂ خدا اگر تجھے تصویر بنانی ہی ہے تو اس درخت کی بنا یا کسی ایسی چیز کی بنا جس میں روح نہ ہو۔''

عن ابی زرعة قال دخلت مع ابی هريرة فی دار مروان فرای فيها تصاوير فقال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و سلم يقول قال اللّٰه عزوجل و من اظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقی فليخلقوا ذرة او ليخلقوا حبة او ليخلقوا شعيرة.

(مسلم، رقم ۲۱۱۱)

''ابوزرعہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا تو انھوں نے اس میں تصاویر دیکھیں تو کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا، جو میرے مخلوقات بنانے کی طرح مخلوقات بنانے نکل کھڑا ہوا۔ (ایسی جسارت کرنے والوں کو چاہیے کہ) وہ (میری کوئی چھوٹی سی مخلوق مثلاً) ایک ذرہ تو تخلیق کر کے دکھائیں یا ایک دانہ یا ایک جو ہی تخلیق کر کے دکھا دیں۔''

عن مسلم بن صبيح قال كنت مع مسروق فی بيت فيه تماثيل مريم فقال مسروق هذا تماثيل كسری فقلت لا هذا تماثيل مريم فقال مسروق اما انی سمعت عبد اللّٰه بن مسعود

''مسلم بن صبیح سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں مسروق کے ساتھ ایک ایسے گھر میں تھا، جس میں مریم (علیہا السلام) کی تماثیل (مجسمے یا تصاویر) تھیں۔ مسروق کہنے لگے: یہ کسریٰ کی تماثیل ہیں۔ میں نے کہا: نہیں، یہ مریم کی تماثیل ہیں۔ مسروق نے کہا:

یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون. (مسلم، رقم ۲۱۰۹)	آ گاہ رہو، میں نے عبداللہ بن مسعود سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قیامت کے دن مصوروں (تماثیل بنانے والوں پر) سب سے زیادہ عذاب ہوگا۔''

تصویر کے بارے میں احادیث تو ان کے علاوہ اور بھی وارد ہوئی ہیں، لیکن بنیادی طور پر یہی وہ احادیث ہیں جن پر اس نقطۂ نظر کا دارومدار ہے۔

استدلال

اس نقطۂ نظر کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ تصاویر اصلاً دو قسم کی ہیں:

اولاً، ذی روح (جان دار وجود) کی تصویر۔

ثانیاً، غیر ذی روح (بے جان شے) کی تصویر۔

۲۔ ذی روح (جان دار وجود) کی تصویر بنانا، ہر صورت میں اور ہر حوالے سے بالکل حرام ہے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ اسے بنانے میں خدا کی صفت تخلیق سے تشابہ اختیار کرنے کا جرم پایا جاتا ہے۔ اس تشابہ کی وضاحت اس نقطۂ نظر کے علما یوں کرتے ہیں کہ جان دار کی تصویر بنانے میں تخلیق کی نقالی اور ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات ''الخالق'' اور ''المصور'' میں عملاً شریک ہونے کا دعویٰ پایا جاتا ہے، کیونکہ کسی وجود میں روح پھونکنا یا جان ڈالنا صرف اللہ ہی کا کام ہے، یہ کوئی دوسرا نہیں کرسکتا، یہ صرف خدا ہی کے ساتھ خاص ہے۔ پس روح والی شے کی تصویر خدا کی خاص تخلیق کی نقالی یعنی خدا کی تخلیق کی طرح تخلیق کرنا ہے۔ اسی لیے اس تصویر کے بنانے کو خدا نے اپنے مخلوق بنانے کی طرح مخلوق بنانا قرار دے دیا ہے، جیسا کہ درج بالا حدیث سے ثابت ہے۔ پس یہ کہنا صحیح ہے کہ جان دار کی تصویر بنانے والا اپنے آپ کو خدا کی طرح خالق کی جگہ

پر لا کھڑا کرتا ہے۔ چنانچہ جان دار کی تصویر بنانا بالکل حرام ہے۔

۳۔ غیر ذی روح (بے جان شے) جیسے درخت وغیرہ کی تصویر بنانا جائز ہے۔ اس میں خدا کی صفت تخلیق سے مشابہت اختیار کرنے کا جرم نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا بے جان اشیا کی تصویر بنانے والا خدا جیسا خالق اور مصور بننے کا مدعی شمار نہیں ہوتا، چنانچہ یہ جائز ہے۔

۴۔ تصویر اور مجسمہ، دونوں حرمت میں یکساں ہیں۔

۵۔ وہ شے جس پر جان دار کی تصویر بنی ہو، اس کو کسی استعمال میں لانا اصلاً جائز نہیں ہے، لیکن اگر وہ شے اہانت والی جگہ پر پڑی ہو تو اس صورت میں اس کے استعمال کی اجازت ہے۔

تجزیہ

اس نقطۂ نظر میں جان دار کی تصویر کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کی حرمت کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ جان دار کی تصویر بنانے میں اللہ کی تخلیق سے تشابہ پایا جاتا ہے اور بے جان کی تصویر، جسے بنانے میں، خدا کی تخلیق سے تشابہ نہیں پایا جاتا ہے، وہ جائز ہے۔

یہ رائے کسی صورت میں بھی درست قرار نہیں دی جا سکتی، کیونکہ اس میں دو بنیادی غلطیاں ہیں۔

۱۔ جن احادیث پر اس نقطۂ نظر کی بنیاد رکھی گئی ہے، ان کے اپنے الفاظ سے نہ صرف یہ کہ یہ نقطۂ نظر ثابت نہیں ہوتا، بلکہ یہ انھی احادیث سے متعارض بھی ہے۔

۲۔ یہ نقطۂ نظر تماثیل کے بارے میں قرآن کے تصور کے خلاف ہے۔

رائج نقطۂ نظر کا احادیث سے تعارض

مذکورہ احادیث کے وہ الفاظ جو اس نقطۂ نظر سے متعارض ہیں، درج ذیل ہیں:

وقال یا عائشة اشد الناس عذابا عند اللّٰہ یوم القیامة الذین	''آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے عائشہ، قیامت کے دن اللہ کے ہاں

یضاھون بخلق اللّٰہ.

(مسلم، رقم ۲۱۰۷)

شدید ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو خدا کی تخلیق کے مشابہ تخلیق کرتے ہیں۔''

قال اللّٰہ عزوجل ومن اظلم ممن ذھب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا ذرۃ او لیخلقوا حبۃ او لیخلقوا شعیرۃ. (مسلم، رقم ۲۱۱۱)

''(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میرے مخلوقات بنانے کی طرح مخلوقات بنانے نکل کھڑا ہوا۔ (ایسی جسارت کرنے والوں کو چاہیے کہ) وہ (میری کوئی چھوٹی سی مخلوق مثلاً) ایک ذرہ تو تخلیق کر کے دکھائیں یا ایک دانہ یا ایک جَو ہی تخلیق کر کے دکھادیں۔''

ان دو احادیث میں سے پہلی میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی تخلیق جیسی تخلیق کرنے والوں کو شدید عذاب دیا جائے گا۔ دوسری میں یہ بتایا گیا ہے کہ تم خدا کی تخلیق جیسی تخلیق بالکل نہیں کر سکتے، اگر تمھیں اپنے بارے میں کچھ وہم ہے تو پھر تم اس کے بنائے ہوئے ذرے جیسا ایک ذرہ یا اس کے بنائے ہوئے دانے جیسا ایک دانہ یا اس کے بنائے ہوئے جو جیسا ایک جو ہی بنا کر دکھا دو۔

زیر بحث رائے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذی روح کی تصویر بنانا خدا کی تخلیق جیسی تخلیق کرنا ہے، لہٰذا ذی روح کی تصویر بنانے والے لوگ ہی وہ مجرم ہیں، جن کو قیامت کے دن شدید عذاب دیا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ تصویر بنانا اور تخلیق کرنا یکساں عمل نہیں ہیں۔ ان دونوں میں بے پناہ فرق ہے۔ تخلیق کے نتیجے میں حقیقی بیج اور درخت وجود میں آتے ہیں اور حقیقی حیوان اور انسان وجود میں آتے ہیں جبکہ تصویر کے عمل سے کاغذ یا کینوس پر کسی شے کا محض ایک نقش وجود میں آتا ہے، جیسے پانی یا آئینے میں ہمیں اسی چیز کا عکس دکھائی دیتا ہے۔

کسی شے کے عکس اور نقش کو کبھی بھی اس شے کی تخلیق کی مثل تخلیق قرار نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا کسی

شے کی تصویر کو کسی صورت میں بھی، اس کی تخلیق کی مثل تخلیق قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جیسے ٹھہرے ہوئے پانی میں کسی شے یعنی خدا کی کسی تخلیق کا عکس دیکھ کر کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس ٹھہرے ہوئے پانی کے اندر خدا کی فلاں تخلیق جیسی تخلیق وجود پذیر ہو گئی ہے۔ اسی طرح کسی شے کا نقش یعنی اس کی تصویر دیکھ کر کبھی بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اس شے کے مثل شے تخلیق ہو گئی ہے۔

نہ صرف یہ کہ تصویر بنانا اپنی حقیقت میں تخلیق کرنا نہیں ہے، بلکہ فوٹو گرافری یا مصوری کے بارے میں کبھی یہ ادعا بھی نہیں کیا گیا کہ یہ تخلیق کی مثل تخلیق ہوتی ہے۔ کوئی فوٹو گرافر یا مصور اپنی کسی تصویر کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کرتا ہے کہ میری بنائی ہوئی یہ تصویر اللہ کی فلاں تخلیق کی طرح ایک تخلیق ہے۔ وہ اپنے تصویر بنانے کے عمل کو ہرگز تخلیق کا وہ عمل قرار نہیں دیتا، جو خدا کے ساتھ خاص ہے۔

کسی مصور کے بارے میں یہ خیال کرنا بھی درست نہیں کہ وہ اپنے ذہن اور اپنی نیت کے اعتبار سے تو خدا کی تخلیق جیسی تخلیق کرنے کا دعویٰ نہیں کر رہا، لیکن زندہ وجود کی تصویر بنا دینے کے بعد عملاً وہ اسی دعوے کا اظہار کر رہا ہے۔ کیونکہ ذہن اور نیت کے بغیر عملاً کسی دعوے کا اظہار تبھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ شے باقاعدہ وجود پذیر کر دی جائے۔ مثلاً، خدا کی ایک تخلیق 'شیر' کی مثل شیر تخلیق کرنے کا عملاً دعویٰ بس اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جب کوئی شخص حقیقی 'شیر' کو تخلیق کر کے ہمارے سامنے لا کھڑا کرے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس نے خدا کی ایک تخلیق کی مثل تخلیق کرنے کو عملاً کر دکھایا ہے۔ چنانچہ اس تخلیق کرنے کو "تخلیق کرنے کا عملاً دعویٰ کرنا" کہا جائے گا، لیکن تخلیق کا یہ کام عملاً کر دینے کے بارے میں کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ ایک حقیقت ہے کہ تصویر خواہ جان دار کی ہو یا بے جان کی، اسے کسی معنی میں بھی اور کسی حوالے سے بھی، خدا کی تخلیق کی مثل تخلیق قرار نہیں دیا جا سکتا۔

چنانچہ یہ کہنا درست ہوگا کہ خدا کے مقابل میں اس کی تخلیق کی مثل تخلیق کرنے کا مفہوم وہ نہیں

جو ہم فوٹو گرافر کی بنائی ہوئی تصویر کو تخلیق قرار دے کر سمجھ رہے ہیں، بلکہ اس سے مختلف ہے۔

اس کے بعد آپ ایک اور تعارض کو دیکھیے۔ حدیث میں 'یخلق خلقاً کخلقی' کے بعد 'فلیخلقوا ذرۃ او لیخلقوا حبۃ او لیخلقوا شعیرۃ' (پس وہ ایک ذرہ تو تخلیق کر کے دکھائیں یا ایک دانہ یا ایک جو ہی تخلیق کر کے دکھا دیں) کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ان میں یہ کہا جا رہا ہے کہ تم ہمارے مخلوقات بنانے کی طرح مخلوقات بنانے چل پڑے ہو، تم اس سے پہلے ہمارے بنائے ہوئے ایک چھوٹے سے ذرے جیسا ذرہ تو تخلیق کر کے دکھاؤ یا ہمارے بنائے ہوئے دانوں جیسا دانہ تو تخلیق کر کے دکھاؤ یا ہمارے تخلیق کیے ہوئے جو جیسا ایک جو ہی تخلیق کر کے دکھا دو، ظاہر ہے کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کو اس پر اصرار ہے کہ وہ مصور جو اس کے مخاطب ہیں، وہ خدا کے مخلوقات بنانے ہی کی طرح مخلوقات بنانے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے یہ کہا جا رہا ہے کہ تم خدا کی تخلیق کی طرح تخلیق کیا کرو گے، اس کی بنائی ہوئی چھوٹی چھوٹی بے جان چیزوں جیسی کوئی چیز تو بنا کر دکھاؤ۔ یہاں یہ بات انتہائی غور طلب ہے کہ خدا نے ذرے کی تصویر بنانے کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ فی نفسہٖ ذرہ بنانے کا مطالبہ کیا ہے، اس لیے کہ تخلیق کرنا یہی ہے کہ ذرے جیسا ذرہ بنایا جائے۔ چنانچہ اگر تصویر بنانے سے 'خلقاً کخلقی' کی جسارت واقع ہو جاتی تو پھر ذرے جیسا ذرہ اور دانے جیسا دانہ بنانے کو نہ کہا جاتا، بلکہ ان اشیا کی بنی ہوئی تصاویر کو تخلیق مانتے ہوئے، یہ کہا جاتا کہ تم خدا کی طرح تخلیق کر تو سکتے ہو، مگر نہ کیا کرو، لیکن ظاہر ہے کہ تصویر بنانے سے چونکہ 'خلقاً کخلقی' کی جسارت واقع نہیں ہوتی، اسی لیے یہ بات نہیں کہی گئی۔

ان احادیث سے یہ تصور بھی اخذ کیا گیا ہے کہ جان دار کی تصویر بنانا تو خدا کی تخلیق جیسی تخلیق کرنا ہے، لیکن بے جان کی تصویر بنانا، خدا کی تخلیق جیسی تخلیق کرنا نہیں ہے، کیونکہ جان دار کی تخلیق خدا کے ساتھ خاص ہے، جان صرف خدا ہی ڈالتا ہے، لہٰذا جان دار کی تصویر کا معاملہ بے جان کی تصویر سے مختلف ہے۔

یہ تصور بھی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ بے جان کا وجود تخلیق کرنا بھی صرف اورصرف خدا ہی کے بس کی چیز ہے۔ یہ بھی خدا کے سوا کسی کے بس میں نہیں ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ خدا نے یہ کہا ہے کہ 'فلیخلقوا ذرة او لیخلقوا حبة او لیخلقوا شعیرة' (وہ ایک ذرہ تو تخلیق کر کے دکھائیں یا ایک دانہ یا ایک جو ہی تخلیق کر کے دکھا دیں)۔ یعنی انسان ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جو بھی تخلیق نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بے جان کی تخلیق بھی صرف اورصرف خدا ہی کے بس میں ہے۔ لہٰذا اگر بات یہ ہے کہ تصویر بنانا خدا کے تخلیق کرنے سے مشابہت اختیار کرنا ہے اور خدا کے تخلیق کرنے سے تشابہ اختیار کرنا حرام ہے تو پھر ہر وہ تخلیق جو تخلیق کے لفظ کا مصداق ہے، ضروری ہے کہ اس کی تصویر بنانے کو خدا کے تخلیق کرنے سے تشابہ اختیار کرنا قرار دیا جائے اور اسے حرام ٹھہرایا جائے، چنانچہ اس صورت میں لازم ہے کہ بے جان اشیا کی تصاویر بھی حرام ہوں، لیکن زیر بحث رائے میں ایسا نہیں مانا جاتا، حالانکہ اصولاً اسے ماننا ضروری ہے۔

اس رائے کے حاملین یہ بات بھی کہتے ہیں کہ بے جان کی تخلیق آسان اور چھوٹا کام ہے اور جان دار کی تخلیق بڑا اور مشکل کام ہے، لہٰذا یہ خدا ہی کے ساتھ خاص ہے۔

لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے، کیونکہ خدا نے بعض بے جان چیزوں کی تخلیق کو جان داروں کی تخلیق سے بڑا کام قرار دیا ہے۔ مثلاً 'أ انتم اشد خلقاً ام السماء بنٰها' یعنی (تمھارے خیال میں خدا کے لیے) تخلیق کے حوالے سے زیادہ دشوار تم ہو یا آسمان، اس نے تو اسے بنا ڈالا ہے۔ اور سورۂ مومن میں فرمایا ہے: 'لخلق السمٰوٰت و الأرض أکبر من خلق الناس ولکن أکثر الناس لایعلمون' (آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے بڑا کام ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)۔ اس حوالے سے آسمان و زمین کی تخلیق انسان کی تخلیق کی بہ نسبت زیادہ بڑا کام اور خدا کا زیادہ خاص کام ہے۔ چنانچہ اگر خدا کی زیادہ خاص تخلیق کی نقل کرنا جرم ہے تو پھر آسمان کی تصویر بنانا اور زمین کی تصویر بنانا تو انسان کی تصویر بنانے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہونا چاہیے، لیکن زیر بحث رائے کے مطابق آسمان کی تصویر بھی جائز ہے اور زمین کی تصویر بھی جائز

ہے۔البتہ انسان کی تصویر اس رائے کے مطابق حرام ہے۔

اس رائے کے موید ین یہ نکتہ بھی پیش کرتے ہیں کہ 'المصور' خدا کی خاص صفت ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا (جان دار کی) تصویر حرام ہے۔

ان کی یہ بات بھی درست نہیں، کیونکہ اگر (جان دار کی) تصویر بنانے سے خدا کی صفت 'المصور' میں شرکت واقع ہو جاتی ہے تو بے جان کی تصویر بنانے سے یہ شرکت کیسے واقع نہیں ہوتی، حالانکہ اس کائنات میں موجود ساری بے جان چیزیں بھی اسی 'المصور' ہی کی تخلیق ہیں۔ ان کی اس بات میں دوسری غلطی یہ ہے کہ اگر تصویر بنانے سے خدا کی صفت 'المصور' میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے تو پھر کسی مقدمے کا منصفانہ فیصلہ کرنے سے خدا کی صفت 'المقسط' میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے؛ صاحب اقتدار بن جانے یا بنا دیے جانے سے خدا کی صفت 'مالك الملك' میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے؛ بدلہ لینے سے خدا کی صفت 'عزیز ذو انتقام' میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے؛ معاف کر دینے سے اس کی صفت 'عفو غفور' میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے، اور رحم کرنے سے اس کی صفت 'الرحیم' میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اور نہ یہ کبھی سمجھا گیا ہے، چنانچہ ظاہر ہے کہ ان کا یہ خیال کہ تصویر بنانے سے خدا کی صفت 'المصور' میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے، یہ درست نہیں ہے۔

قرآن مجید کے تصور تماثیل سے تعارض

قرآن مجید ہمارے دین میں میزان اور فرقان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی سورۂ سبا میں اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تماثیل (مجسموں اور تصاویر) کے بنائے جانے کا ذکر موجود ہے۔ قرآن مجید میں تماثیل کا یہ ذکر بہت مثبت انداز میں کیا گیا ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ یہ تماثیل اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کے حکم سے بنائی جاتی تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تماثیل خدا کے اس نبی کے نزدیک ممنوع نہ تھیں۔ قرآن مجید جب ان کا ذکر مثبت انداز میں کرتا

ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نزدیک آج بھی وہ ممنوع نہیں، بلکہ پسندیدہ ہیں۔ اگر ان آیات سے ہمارا یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہے تو زیر بحث رائے کے مطابق احادیث کا جو مفہوم بیان کیا جا رہا ہے، اس میں اور قرآن میں صاف تضاد محسوس ہوتا ہے۔

سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے کوئی شخص یہ بات کہہ سکتا ہے کہ وہ شریعت موسوی کے پیرو تھے، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ان کے ہاں وہ تصاویر جائز اور حلال ہوں جو ہمارے ہاں ناجائز اور حرام ہیں اور جنھیں بنانے والے کو قیامت کے دن شدید ترین عذاب ہونا ہے، لیکن یہ بات ممکن نہیں کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا اپنی تخلیق جیسی تخلیق کرنے کو ایک شریعت میں خیر قرار دے اور دوسری میں شر قرار دے دے۔ کوئی چیز اگر فی نفسہٖ خیر ہے تو وہ خیر ہے اور اگر فی نفسہٖ شر ہے تو وہ شر ہے۔ تماثیل کی مناہی کی جو علت بیان کی گئی ہے، وہ خدا کی تخلیق سے اس کی مشابہت ہے۔ یہ مشابہت ایسی چیز ہے کہ یہ کسی صورت میں بھی کسی تمثال سے مفقود نہیں ہوسکتی، کیونکہ اس کے مفقود ہوتے ہی تمثال، تمثال نہیں رہتی۔ لہٰذا تماثیل اگر شر ہیں تو ہمیشہ کے لیے شر ہیں اور اگر خیر ہیں تو ہمیشہ کے لیے خیر ہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ یہ ایک شریعت میں جائز ہوں اور ایک میں ناجائز۔ شرائع کے مابین اختلاف اس نوعیت کا نہیں رہا کہ ایک میں کسی حقیقی شر کو خیر قرار دے دیا گیا ہو اور دوسری میں کسی حقیقی خیر کو شر قرار دے دیا گیا ہو۔

شریعتوں کے مابین قانون کا کسی قدر اختلاف ضرور رہا ہے، لیکن اس کی بنا کسی شر کے خیر یا کسی خیر کے شر قرار دیے جانے پر نہیں تھی، بلکہ اس کی بنا یہ تھی کہ مختلف قوموں کے معاشرتی اور تمدنی حالات مختلف ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے قانون میں ان کے حالات کی رعایت رکھی جاتی تھی۔ بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ ہر شریعت میں خیر ہی کو خیر اور شر ہی کو شر قرار دیا گیا ہے۔

شرائع کے اختلاف کی ایک نوعیت یہ بھی رہی ہے کہ سزا کے طور پر کسی قوم کو کچھ وقت کے لیے کسی خیر سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا گیا یا سد ذریعہ کے طور پر کسی مباح شے کو ممنوع قرار دے دیا گیا، لیکن ان صورتوں میں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ خدا اپنی شریعت میں سے کسی خیر کو شر اور کسی شر کو خیر قرار دے دے۔

چنانچہ تصویر سازی، جس کی شناعت 'خدا کی تخلیق کی نقل' کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے، وہ اگر ہماری شریعت میں ناجائز ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی دوسری شریعت میں جائز ہو، کیونکہ جو چیز بھی اپنے اندر شناعت کا کوئی مستقل پہلو رکھتی ہے، وہ خدا کی کسی بھی شریعت میں جائز نہیں ہو سکتی، تصویر سازی ہر جگہ 'خدا کی تخلیق ہی کی نقل' شمار ہوگی اور اندر شناعت کا وہی پہلو رکھے گی، جس کی بنا پر آج اسے حرام قرار دیا جا رہا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ یہ ہر شریعت میں حرام ہی قرار دی گئی ہو۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تصویر سازی سلیمان علیہ السلام کے ہاں بالکل جائز تھی اور قرآن مجید میں اس کا ذکر بہت مثبت انداز میں کیا گیا ہے۔

مزید براں آپ یہ دیکھیں کہ حدیث میں فرشتوں کے بارے میں ہمیں یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ تصویر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ فرشتوں کا یہ اپنا طریقہ ہے، انھوں نے یہ شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کے بعد اختیار نہیں کیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا فرشتے سلیمان علیہ السلام کے اس دربار میں نہ جایا کرتے تھے، جس میں تماثیل تھیں؟

تصویر سے متعلق احادیث کی وہ تاویل جس پر رائج نقطۂ نظر مبنی ہے[1]۔ اسے اگر صحیح مان لیا جائے، تو پھر ان احادیث کا جو مدعا ہمارے سامنے آتا ہے، اس سے یہ صاف پتا چلتا ہے کہ یہ احادیث کسی صورت میں بھی قرآن کی ان آیات سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتیں، جن میں سلیمان علیہ السلام کے تماثیل بنوانے کا ذکر موجود ہے، کیونکہ ان میں قرآن کی بات سے ہٹ کر کوئی دوسری بات بیان ہوئی ہے۔

لیکن اگر یہ احادیث صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک یہ بالکل صحیح ہیں تو پھر ظاہر ہے، انھیں سمجھنے میں کوئی سنگین غلطی ہوئی ہے، ورنہ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ان کا مدعا اور ان کا مفہوم قرآن مجید سے

---

[1] تصویر کی حلت وحرمت کے بارے میں اس موقف کی بنیاد غالباً حضرت ابن عباس کا وہ مشورہ ہے جو انھوں نے سائل کو یہ کہتے ہوئے دیا کہ ''بندۂ خدا اگر تجھے تصویر بنانی ہی ہے تو اس درخت کی بنا یا کسی ایسی چیز کی بنا جس میں روح نہ ہو''۔ جس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے، وہ پچھلے صفحات میں ہم دیکھ چکے ہیں، اس حدیث پر ہم ان شاء اللہ ''تصویر کے بارے میں فہم صحابہ'' کے تحت تفصیلی بحث کریں گے۔

ملنے والے تصور سے صریحاً متصادم ہو۔ مزید یہ کہ خود متعلقہ احادیث کا مطالعہ بھی ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جن احادیث پر ہمارے علما نے اپنے موقف کی بنیاد رکھی ہے، وہ احادیث بھی اپنے مفہوم کے لحاظ سے ان کے موقف سے متعارض ہیں۔

چنانچہ درج بالا تجزیے کی روشنی میں ہمارا یہ خیال ہے کہ تصویر کے بارے میں یہ رائے 'ما قال اللّٰه و ما قال الرسول' کے مطابق نہیں ہے، لہٰذا یہ غلط ہے۔

تصویر کے معاملے میں صحیح رائے کیا ہے؟ اس ضمن میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ہمیں کیا رہنمائی ملتی ہے؟ اب ہم اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وما توفیقنا الا باللّٰه۔

تصویر سے متعلق قرآن مجید کی رہنمائی

تصویر کی حلت و حرمت کے بارے میں قرآن مجید نے براہ راست کوئی کلام نہیں کیا، البتہ اس معاملے میں اس نے بالواسطہ طور پر بنیادی رہنمائی ضرور دی ہے۔ سورۂ سبا میں ارشاد فرمایا ہے:

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ، اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا، وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ. (۳۴:۱۳)

''وہ (جنات) اس (سلیمان علیہ السلام) کے لیے بناتے جو وہ چاہتا، محرابیں، تماثیل (مجسمے اور تصاویر)، بڑے بڑے حوضوں جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں، اے آلِ داوٗد، عمل کرو شکر گزاری کے ساتھ، میرے بندوں میں کم ہی لوگ شکر گزار ہیں۔''

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام جنات سے تماثیل بنوایا کرتے تھے۔ تماثیل کا یہ ذکر ہماری بحث سے متعلق ہے، چنانچہ ہم خاص اس لفظ کے حوالے سے اس آیت کا مدعا سمجھنے اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیت میں تماثیل کا مفہوم

تماثیل، تمثال کی جمع ہے۔ ''لسان العرب'' میں تمثال کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ 'التمثال اسمٌ للشیءِ المصنوعِ مُشبهاً بخلق من خلق اللّٰہ'۔ یعنی تمثال ہر اس مصنوعی شے کا نام ہے، جو خدا کی بنائی ہوئی کسی شے (جان دار یا بے جان) کی مانند بنائی گئی ہو۔ صاحب ''کشاف'' زمخشری رحمہ اللہ تمثال کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: 'التمثال کل ما صوّر علی صورۃ غیرہٖ من حیوان او غیر حیوانٍ'۔ یعنی تمثال ہر وہ مجسمہ یا تصویر ہے جو کسی دوسری چیز کی صورت کے مماثل بنائی گئی ہو، خواہ وہ چیز جان دار ہو یا بے جان۔ پس انسان ہو یا حیوان، درخت ہو یا چٹان، ان کے مجسمے اور ان کی تصاویر تماثیل کہلائیں گی۔ اسی طرح اگر جنات یا فرشتوں کی (خیالی) تصاویر یا ان کے خیالی مجسمے بنائے جاتے ہیں تو وہ بھی تماثیل ہی کہلائیں گے۔ آیت میں تماثیل کا لفظ نکرہ ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ آیت میں تماثیل کے اس لفظ سے کوئی خاص تماثیل مراد نہیں ہیں۔ یہ لفظ یہاں اپنے عام معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اس سے مراد عام تصاویر اور عام مجسمے ہیں، خواہ وہ جان دار شے کے ہوں یا بے جان شے کے۔

آیت کا تجزیہ

اس آیت سے تماثیل کے بارے میں ہمیں درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ سلیمان علیہ السلام جنات سے تماثیل (تصاویر اور مجسمے) بنواتے تھے۔

۲۔ یہ تصاویر اور مجسمے جان داروں کے بھی ہو سکتے تھے اور بے جان چیزوں کے بھی[۲]۔ انھیں

---

[۲] تورات میں سلیمان علیہ السلام کے محل کا ذکر کرتے ہوئے اس کی تفصیل ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''اور ان حاشیوں پر جو پڑوں کے درمیان تھے، شیر اور بیل اور کرّوبی (فرشتے) بنے ہوئے تھے۔'' (۱-ملوک ۷:۲۹)

ہیکل کی تعمیر کے بیان میں ہے:

بنانے یا نہ بنانے میں اس حوالے سے کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ ہماری اس بات کی دلیل تماثیل کا وہ لفظ ہے، جو زیر بحث آیت میں موجود ہے۔ یہ لفظ جان دار اور بے جان، دونوں کی تصاویر اور مجسموں کے لیے بولا جاتا ہے۔

۳۔ سلیمان علیہ السلام کو جنات سے تماثیل بنوانے اور اس کے علاوہ دوسرے کام کرانے کا جو اختیار دیا گیا تھا، اس پر اللہ نے انھیں یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کرنے والے بنیں۔

اس آیت میں تصاویر اور مجسموں کے لیے جو لفظ (تماثیل) استعمال کیا ہے، وہ جان دار اور بے جان، دونوں کے لیے یکساں طور پر استعمال ہوتا ہے اور یہاں چونکہ یہ نکرہ یعنی اپنے عام معنوں میں استعمال ہوا ہے، لہٰذا اس سے کوئی سی بھی تصاویر اور کوئی سے بھی مجسمے مراد ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آیت میں تماثیل کے لفظ کے اس استعمال سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ تصویر یا مجسمہ بنانے میں قرآن مجید کے نزدیک حلت و حرمت کے پہلو سے جان دار اور بے جان کا فرق کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور اس کے نزدیک کوئی جان دار شے ہو یا بے جان، دونوں کی تصویر و تمثال بنائی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اگر ایک کی تصویر جائز اور دوسرے کی ناجائز ہوتی، یعنی معاملہ اتنا سنگین ہوتا تو یہ ضروری تھا کہ قرآن اس طرح کا جامع لفظ نہ بولتا جو جان دار اور بے جان، دونوں کی تصاویر اور مجسموں کے لیے بولا جاتا ہے۔

نیز یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس آیت میں تماثیل کا ذکر بہت مثبت انداز میں کیا گیا ہے اور پھر یہی نہیں، بلکہ ان کا ذکر کرنے کے بعد 'اعملوا آل داؤد شکرًا، وقلیل من عبادی الشکور' (اے آل داؤد، عمل کرو شکر گزاری کے ساتھ، میرے بندوں میں کم ہی شکر کرنے والے ہیں) کے

''اور الہام گاہ میں اس نے زیتون کی لکڑی کے دو کروبی دس دس ہاتھ اونچے بنائے۔ اور کروبی کا ایک بازو پانچ ہاتھ کا اور دوسرا بازو بھی پانچ ہاتھ کا تھا۔ دوسرا کروبی دس ہاتھ کا پہلے کے موافق... اور الہام گاہ کے دروازے کے لیے... زیتون کی لکڑی کے کواڑ تھے ان پر کروبیوں اور کھجوروں اور کھلے ہوئے پھولوں کی تصویریں کھودیں۔'' (۱-ملوک ۶: ۲۳-۲۴، ۳۱-۳۲)

الفاظ سے سلیمان علیہ السلام کو خدا کی اس نعمت پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ الفاظ اس حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ آل داؤد کا محرابیں اور تماثیل بنوانا، یہ سب خدا کے فضل سے تھا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس پر ان سے شکر کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اگر یہ تماثیل شر ہوتیں تو پھر ان کے بنوانے پر شکر کا مطالبہ ہرگز نہ کیا جاتا۔

جن لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جان دار کی تماثیل بنی اسرائیل کے ہاں حرام نہیں تھیں، البتہ ہماری شریعت میں یہ حرام ہیں۔ ان کے تصور کی غلطی ہم نے سابقہ صفحات میں تفصیلاً بیان کر دی ہے، لیکن اسی حوالے سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اگر بالفرض تصویر سازی کو ہماری شریعت میں ممنوع ہی قرار دیا جانا تھا تو خدا اپنی اس کتاب میں، جسے اس نے قیامت تک کے لیے رشد و ہدایت بنا کر اتارا ہے، سلیمان علیہ السلام کے تماثیل بنوانے اور اس پر ان سے شکر کا مطالبہ کیے جانے کو یوں بغیر کسی وضاحت کے ہرگز بیان نہ کرتا، کیونکہ ان آیات کا یہ اسلوب قاری کے لیے تماثیل کے بارے میں کم از کم جواز کا ذہن ضرور پیدا کر دیتا ہے۔

قرآن مجید نے تماثیل کے بارے میں سلیمان علیہ السلام کا رویہ بتاتے ہوئے، اس نوعیت کا بھی کوئی اشارہ تک نہیں دیا کہ یہ تماثیل بنوانا صرف ان کے لیے خاص تھا۔ امت مسلمہ جس میں یہ قرآن نازل ہو رہا ہے، اسے ایک سابقہ امت کے نبی کا تماثیل سازی کا عمل اس تعریفی انداز میں بتایا گیا ہے کہ اس کے بارے میں کوئی وہم تک نہیں پیدا ہوتا کہ یہ کوئی برا یا کم تر درجے کا عمل ہے، بلکہ اس آیت کو پڑھنے کے بعد آدمی کے دل میں تصویر و مجسمہ سازی کی شرافت ہی کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اس سلسلے میں ہمیں تماثیل سازی کے جواز سے ہٹ کر کوئی مختلف بات نہیں کہہ رہا۔

نتیجہ

اس آیت کے تجزیے اور اس پر غور و فکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک تصویر سازی کا فن فی نفسہ کوئی شر نہیں ہے، بلکہ یہ اپنے اندر وہ شرافت رکھتا ہے کہ اس سے اللہ کے برگزیدہ نبی

فائدہ اٹھائیں اور اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کریں۔

چنانچہ ہمارے خیال میں قرآن مجید کی یہ آیت اپنے قاری میں تماثیل (تصاویر اور مجسموں) کے جواز ہی کا تصور پیدا کرتی ہے۔

تماثیل سے متعلق کچھ مزید آیات

قرآن مجید میں تماثیل کا ذکر ایک اور جگہ پر بھی آیا ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن کے اس مقام سے ہمیں تماثیل کے بارے میں کیا معلوم ہوتا ہے۔

سورۂ انبیاء میں فرمایا:

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ. قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ. قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (۲۱:۵۲-۵۴)

''جب اس (ابراہیم) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: یہ کیا تماثیل ہیں، جن پر تم دھرنا دیے بیٹھے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو انھی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ اُس (ابراہیم) نے کہا: تم بھی اور تمھارے باپ دادا بھی ایک کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا رہے ہو۔''

آیات کا تجزیہ

سورۂ انبیاء کی ان آیات میں 'التماثیل' کا لفظ عربی گرائمر کے حوالے سے دیکھیں تو نکرہ نہیں، بلکہ معرفہ ہے اور اس پر آنے والا 'ال' عہد حضوری کا ہے۔ یہ 'ال' حاضر و موجود تماثیل کو خاص کر رہا ہے۔ چنانچہ 'ھذہ التماثیل' کا مطلب ہوگا: یہ (تمھارے سامنے) موجود تماثیل۔ اس آیت میں 'التماثیل' کا لفظ موصوف کے طور پر آیا ہے اور اس موصوف کی صفت 'التی انتم لھا عاکفون' ہے، یعنی یہ تمھارے سامنے موجود تماثیل جن پر تم دھرنا دیے بیٹھے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ آیت میں تماثیل کے لفظ سے عام تماثیل مراد نہیں ہیں، بلکہ اس سے وہ خاص تماثیل مراد ہیں، جو اس وقت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مخاطبین کے سامنے موجود تھیں اور جن کی عبادت کی خاطر وہ لوگ ان پر دھرنا دیے بیٹھے تھے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان تماثیل کے بارے میں خود ان آیات سے کیا بات ہمارے سامنے آتی ہے۔

ان آیات کے سیاق وسباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اگر ان کا مفہوم بیان کیا جائے تو وہ کچھ اس طرح سے ہے:

''ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ اور اپنی مشرک قوم سے سوال کرتے ہیں کہ یہ کیسی تماثیل ہیں، جن پر تم دھرنا دیے بیٹھے ہو۔ وہ جواب میں کہتے ہیں: ہم تو ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں، پھر وہ اپنے اس عبادت کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح سے ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے، چنانچہ ہم انھی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، ان کی عبادت کر رہے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اس بات کے جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ کے بجائے ان کی عبادت کرنا تو ایک واضح گمراہی ہے۔ کل تمھارے باپ دادا اس گمراہی میں مبتلا تھے اور آج تم اس گمراہی میں مبتلا ہو۔''

چنانچہ ان آیات سے ان تماثیل کے بارے میں درج ذیل باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

۱۔ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ ان تماثیل کی عبادت کرتے تھے، یعنی ان کے ہاں انھیں معبود قرار دیا جاتا اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔

۲۔ قرآن مجید نے تماثیل کی اس عبادت کو ایک واضح گمراہی قرار دیا ہے۔

نتیجہ

تماثیل کی عبادت کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ اس قوم میں یہ تماثیل مظہر ضلالت (شرک) تھیں۔ چنانچہ مذہب توحید میں ایسی تماثیل جائز نہیں ہوسکتیں، جنھیں معبود سمجھا جاتا اور ان کی عبادت کی

جاتی ہو۔

خلاصہ

قرآن مجید میں دو مقامات پر تماثیل کا ذکر ہوا ہے۔

ایک مقام پر تماثیل کا لفظ نکرہ یعنی اپنے عام معنوں میں استعمال ہوا ہے اور بغیر کسی خاص صفت کے آیا ہے، چنانچہ اس جگہ یہ لفظ جان دار اور بے جان، دونوں کی تماثیل کو شامل ہے۔ یہاں قرآن مجید تماثیل کے بارے میں ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یہ خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر سلیمان علیہ السلام کی دل چسپی کی چیزیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تماثیل بنوانے اور دوسرے کام کرانے کے لیے اپنی مخلوقات میں سے ایک غیر مرئی مخلوق پر اقتدار دے رکھا تھا۔ اور انھوں نے اپنے ہیکل میں کئی تماثیل بنوائی تھیں، جس پر اللہ نے ان سے کہا کہ اے آل داؤد، شکر گزاری کے ساتھ عمل کرو۔ چنانچہ اس آیت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک تماثیل سازی کا فن قطعاً کوئی شر نہیں ہے، بلکہ یہ اپنے اندر وہ شرافت رکھتا ہے کہ اس سے اللہ کے برگزیدہ نبی فائدہ اٹھائیں۔

دوسرے مقام پر تماثیل کا لفظ معرفہ آیا ہے اور یہ ایک خاص صفت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس جگہ وہ خاص تماثیل زیر بحث ہیں، جن کی عبادت کی جاتی ہے۔ ان تماثیل کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ ان کی عبادت کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ نتیجۃً ایسی تماثیل مظہر ضلالت ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے اس مقام سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص تماثیل، جنھیں معبود سمجھا جاتا اور جن کی عبادت کی جاتی ہے، ان کا وجود دین توحید میں کسی صورت میں بھی گوارا نہیں ہو سکتا۔

مختصراً یہ کہ قرآن مجید سے ہمیں بالواسطہ طور پر تماثیل کے عمومی جواز کا تصور ملتا ہے، الا یہ کہ وہ مظہر شرک ہوں۔ مظہر شرک ہونے کی صورت میں ظاہر ہے کہ وہ بالکل ناجائز ہوں گی۔

اس کے بعد اب ہم یہ دیکھیں گے کہ تماثیل کے بارے ہمیں احادیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے۔

تصویر سے متعلق احادیث کی رہنمائی

تماثیل کے حوالے سے احادیث کے ذخیرے کو دیکھیں تو ہمیں اس میں چھ مختلف نوعیّتوں کی احادیث ملتی ہیں۔

پہلی نوعیت کی احادیث

یہ احادیث کی وہ نوعیت ہے، جس میں مصوروں یا تماثیل کے بارے میں کوئی بات اجمالاً کہی گئی ہے۔ یہ احادیث درج ذیل ہیں:

عن وهب بن عبد الله قال ان النبي صلى الله عليه وسلم لعن المصور. (بخاری، رقم ۲۰۸۶)

''وہب ابن عبداللہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

عن عائشة انها اشترت نمرقة فيها تصاوير. فلما راها رسول الله صلى الله عليه وسلم ، قام على الباب ، فلم يدخل فعرفت او فعرفت في وجهه الكراهية فقالت يا رسول الله ، اتوب الى الله والى رسوله ، فماذا اذنبت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما بال هذه النمرقة فقالت اشتريتها لك تقعد عليها وتوسدها. فقال :

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک غالیچہ (گدا) خریدا، اُس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر میں داخل ہوتے ہوئے) اُسے دیکھا تو آپ دروازے ہی پر رُک گئے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے تو میں نے جان لیا یا یوں کہیں کہ آپ کے چہرے سے ناگواری ٹپکی پڑتی تھی (میں کیسے نہ جان لیتی)۔ چنانچہ انھوں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے کہا: اے اللہ کے رسول، میں اللہ اور اس کے رسول کی جناب میں توبہ کرتی ہوں، میں

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اصحاب هذه الصور يعذبون ، ويقال لهم احيوا ما خلقتم. ثم قال : ان البيت الذى فيه الصور لا تدخله الملائكة. (مسلم، رقم ۲۱۰۷)

نے کیا غلطی کی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ گدا کیسا ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے یہ آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تصویروں والوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے تخلیق کیا ہے اسے زندہ کرو۔ پھر آپ نے فرمایا: جس گھر میں تصاویر ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

قال عبد اللّٰہ سمعت النبى صلى اللّٰہ عليه وسلم يقول ان اشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون. (مسلم، رقم ۲۱۰۷)

''عبداللہ کہتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں گرفتار ہونے والے مصور ہوں گے۔''

قال ابن عباس سمعت محمدا صلى اللّٰہ عليه وسلم يقول من صور صورة فى الدنيا كلف يوم القيامة ان ينفخ فيها الروح و ليس بنافخ. (بخاری، رقم ۵۹۶۳)

''ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اسے قیامت کے دن مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں روح پھونک نہ سکے گا۔''

عن عبد اللّٰہ ابن عمر رضى اللّٰہ عنهما ان رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم قال ان الذين

''عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ لوگ جو یہ تصاویر بناتے ہیں،

یصنعون هذه الصور یعذبون	قیامت کے دن عذاب دیے جائیں گے،
یوم القیامة یقال لهم احیوا ما	اُن سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے
خلقتم. (بخاری، رقم ۵۹۵۱)	اُسے زندہ کرو۔''

تجزیہ

ان احادیث سے مصوروں اور تصاویر کے بارے میں درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ مصور (تصویر اور مجسمہ بنانے والا) ملعون ہے۔

۲۔ مصوروں کو قیامت کے دن شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔

۳۔ مصوروں سے یہ تقاضا کیا جائے گا کہ وہ اپنی تصاویر میں روح پھونکیں اور انھیں زندہ کریں، لیکن وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔

۴۔ جس گھر میں تصاویر ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

نتیجہ

ان درج بالا احادیث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دین میں تصاویر کے لیے کوئی گنجایش نہیں اور نہ تصاویر بنانے والے مصوروں ہی کے لیے اسلام میں کوئی جگہ ہے۔ مصور خواہ کسی بھی تصویر کا ہو اور تصویر خواہ (جان دار یا بے جان) کسی بھی شے کی ہو، بہر حال اس کا بنانے والا جہنمی ہے اور وہ تصویر حرام ہے۔ اس بات کو اگر انھی لفظوں میں مان لیا جائے تو اس کے نتیجے میں درج ذیل باتوں کو ماننا پڑتا ہے:

۱۔ قرآن اور حدیث میں تضاد پایا جاتا ہے، جیسا کہ پیچھے سلیمان علیہ السلام کے حوالے سے یہ بات زیر بحث آ چکی ہے کہ ان کے دربار میں تماثیل موجود تھیں اور قرآن نے انھیں غلط نہیں کہا۔

۲۔ خود احادیث کے اپنے مابین بھی تضاد ہے، جیسا کہ آگے آنے والی بعض احادیث سے معلوم ہو گا کہ وہی تصاویر حرام ہیں، جن میں روح ہو۔

۳۔ تصویر کی حلت و حرمت کے حوالے سے فقہا کا مختلف تصاویر میں فرق کرنا بالکل غلط تھا۔ یعنی فقہا کی یہ بات غلط ہے کہ کچھ تصاویر حرام اور کچھ تصاویر حلال ہیں۔

۴۔ ہر نوعیت کی تصاویر کی یکسر حرمت کا یہ تصور بتاتا ہے کہ اسلام جو دین فطرت ہے، وہ فنون لطیفہ کے بارے میں بالکل منفی رویہ رکھتا ہے، حالانکہ ان (فنون لطیفہ) کی بنیاد انسان کی اپنی فطرت میں ہے۔

ان باتوں میں سے بعض کو تو کسی صورت میں بھی ماننا ممکن نہیں اور بعض کو ماننا بہت دشوار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اصل بات جاننے کے لیے باقی احادیث کو بھی دیکھنا ہوگا تاکہ ہم تمام احادیث پر غور کر کے صحیح موقف جان سکیں۔

دوسری نوعیت کی احادیث

احادیث کے ذخیرے پر جب ہم دوبارہ نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ایک اور نوعیت کی احادیث بھی دکھائی دیتی ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصاویر کی اپنی ساخت ہی کی بعض ایسی قسمیں ہیں جو ممنوع نہیں ہیں۔ اسی طرح ممنوع تصاویر والی شے کے محل کی بھی بعض ایسی صورتیں ہیں، جن میں اس شے کا استعمال ممنوع نہیں رہتا، حالانکہ اس پر ممنوع تصویریں موجود ہوتی ہیں۔ یہ احادیث درج ذیل ہیں:

قال ابو طلحة: ان النبی صلی اللّٰه علیه و سلم قال: لا تدخل الملائکة بیتاً فیه صورة. قال بسر، فمرض زید بن خالد فعدناه، فاذا نحن فی بیته بستر فیه تصاویر فقلت لعبید اللّٰه الخولانی الم یحدثنا فی التصاویر فقال انه قال الا

”ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی تصویر ہو۔ بُسر کہتے ہیں: پھر ایک موقع پر جب زید بن خالد بیمار ہوئے تو ہم ان کی عیادت کو گئے۔ تو اُن کے گھر میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پردہ ہے، جس پر تصاویر بنی ہوئی ہیں۔

رقم[۳] فی ثوب الا سمعته؟ قلت لا ، قال بلی ، قد ذکره.

(بخاری، رقم ۳۲۲۶)

میں نے عبید اللہ خولانی سے پوچھا: کیا انھوں نے ہم سے تصاویر کی حرمت بیان نہیں کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ انھوں نے یہ بھی تو کہا تھا کہ سوائے اِس کے کہ کسی کپڑے پر کوئی نقش بنا ہو۔ کیا تم نے یہ بات نہیں سنی تھی، میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: کیوں نہیں، انھوں نے یقیناً یہ الفاظ کہے تھے۔''

عن عبید اللّٰہ انه دخل علی ابی طلحة الانصاری یعوده قال فوجد عنده سهل بن حنیف فدعا ابو طلحة انساناً فنزع نمطا من تحته فقال له سهل بن حنیف لم تنزعه قال لان فیه تصاویر وقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فیها ما قد علمت فقال سهل الم یقل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الا ما کان رقما فی

''حضرت عبید اللہ سے روایت ہے کہ وہ ابوطلحہ انصاری کے پاس ان کی عیادت کے لیے آئے تو ان کے پاس سہل بن حنیف کو بھی بیٹھے ہوئے پایا، اس اثنا میں ابوطلحہ نے کسی آدمی کو بلایا اور اپنے نیچے سے گدا نکالنے کو کہا اور اس نے وہ گدا نکال دیا تو سہل بن حنیف نے ان سے کہا کہ آپ نے اسے اپنے نیچے سے کیوں نکالا ہے، انھوں نے کہا: اس لیے کہ اس میں تصاویر ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔ سہل نے کہا کہ کیا

---

[۳] 'رقم فی ثوب' کی وضاحت میں ''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری'' کے مصنف لکھتے ہیں: 'اصل الرقم الکتابة، والصورة غیر الرقم' یعنی رقم کی حقیقت کتابت ہے اور تصویر غیر کتابت ہوتی ہے۔ چنانچہ 'رقم فی ثوب' سے مراد، جیسا کہ ابن الاثیر کہتے ہیں 'النقش والوشم' (نقش ونگار) ہے۔

ثوب قال بلی و لکنه اطیب لنفسی. (موطا، رقم ۱۸۰۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ سوائے اس کے کہ کسی کپڑے پر کوئی نقش بنا ہو۔ (ابوطلحہ) کہتے ہیں: کیوں نہیں بات ایسے ہی ہے، لیکن میں اپنے لیے یہ زیادہ بہتر سمجھتا ہوں (کہ ایسی مرقوم تصاویر کے استعمال سے بھی گریز ہی کروں۔)''

عن ابی هريرة رفعه فی التماثيل انـه رخـص فيـمـا كان يوطأ و كره ما كان منصوباً. (الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ، رقم ۲۳۸)

''ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ جو تصاویر محل اہانت میں پامال ہوں، آپ نے ان کی اجازت دی ہے اور جو کھڑی ہوں وہ ناجائز ہیں۔''

عن عائشة رضی الله عنها انها كـانت اتخذت علی سهوة لها ستـرا فيـه تـمـاثيل فهتكه النبی صلی الله عليه و سلم فاتخذت مـنـه نـمرقتين فكانتا فی البيت يجلس عليهما. (بخاری، رقم ۲۴۷۹)

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے گھر کے ایک طاقچے پر ایک ایسا پردہ لٹکا دیا تھا، جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو اس کو پھاڑ دیا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ) پھر انھوں نے اس کے دو تکیے بنا لیے۔ وہ دونوں تکیے گھر میں رہے، اس حال میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بیٹھا کرتے تھے۔''

تجزیہ

ان احادیث سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ اگر کسی کپڑے پر ممنوع تصاویر نقش و نگار کی صورت میں بنی ہوں، یعنی وہ تصاویر اپنی

ساخت کے اعتبار سے اصلاً، تصاویر کے ضمن میں نہیں، بلکہ نقش ونگار کے ضمن میں آتی ہوں، جیسے مختلف اشیا کے خاکے وغیرہ بنائے جاتے ہیں تو ایسی ممنوع تصاویر کی وجہ سے اس کپڑے کا استعمال ممنوع قرار نہیں پاتا۔ یعنی خاکوں یا نقش ونگار کی صورت میں بنی ہوئی یہ ممنوع تصاویر حرام ہونے کے باوجود جن اشیا پر بنی ہوں ان کے استعمال کو ممنوع نہیں بناتیں[۴]۔

۲۔ اس کپڑے یا اس شے کا استعمال بھی ممنوع نہیں ہے، جس پر اگرچہ ناجائز تصاویر بنی ہوں، لیکن وہ کپڑا یا وہ شے محل اہانت میں ہو، یعنی اس پر بیٹھا جاتا ہو یا وہ قدموں تلے روندی جاتی ہو۔

احادیث کے پہلے گروپ سے یہ اجمالی بات ہمارے سامنے آئی تھی کہ مصور ملعون ہے اور قیامت کے دن اس کو شدید عذاب ہوگا۔ اس سے ہمیں یہ تاثر ملتا تھا کہ ہر تصویر بنانا اور ہر تصویر والی شے کو استعمال میں لانا ناجائز ہے۔ احادیث کے اس گروپ سے ہمیں ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ جس شے پر ممنوع تصویر نقش ونگار یا خاکے کی صورت میں بنی ہو، اس شے کو استعمال میں لایا جاسکتا ہے اور دوسری یہ بات کہ ممنوع تصویر والی شے اگر محل اہانت میں ہو تو اس کو استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

نتیجہ

ان احادیث سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ اسلام میں تصویر کا ممنوع ہونا کسی علت ہی کی بنا پر ہوگا، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ممنوع تصاویر والی اشیا کا استعمال بھی بعض صورتوں میں ممنوع نہیں رہتا۔ اگر تصویر محض تصویر ہونے کی حیثیت سے ممنوع ہوتی تو اسے ہر صورت اور ہر محل میں ممنوع ہونا چاہیے تھا، لیکن یہ احادیث بتاتی ہیں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ جوں ہی کسی خاص صورت میں وہ وجہ زائل ہو جاتی ہے جس کی بنا پر تصویر والی شے کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا تھا تو اس شے کے استعمال کی حرمت بھی زائل ہو جاتی ہے۔

لیکن ان سب احادیث سے بھی ہمارے سامنے یہ بات نہیں آئی کہ وہ کون سی واضح اور متعین نوعیت

---

[۴] یہاں نقش ونگار یا خاکوں کی نوعیت کی جو تصاویر زیر بحث ہیں، یہ اگر فی نفسہٖ ممنوع نہ ہوتیں تو صحابۂ کرام کے ہاں ان تصاویر والی اشیا کے استعمال کی حرمت کا خیال بھی پیدا نہ ہوتا۔

کی تصاویر ہیں جو اسلام میں ممنوع ہیں اور وہ کیا علت ہے جس کی بنا پر وہ ممنوع قرار دی جاتی ہیں؟

اب ہم پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کون سی تصاویر ہیں جنھیں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صریحاً ممنوع قرار دیا ہے اور پھر اس کے بعد ہم ان شاء اللہ یہ دیکھیں گے کہ ان کی ممانعت کی علت کیا ہے۔

تیسری نوعیت کی احادیث

ممانعت کے حوالے سے واضح اور متعین تصاویر کی تلاش میں جب ہم احادیث کے ذخیرے کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمارے سامنے جو احادیث آتی ہیں، ان سب میں شرک کے حوالے سے تصاویر کے بارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد یا آپ کا کوئی عمل موجود ہے۔ یہ احادیث درج ذیل ہیں:

عن عائشة رضی اللّٰه عنها ان النبی صلی اللّٰه علیه و سلم لم یکن یترك فی بیته شیئاً ، فیه تصالیب الا نقضه.

(بخاری، رقم ۵۹۵۲)

''عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ہر اُس چیز کو جس پر صلیب بنی ہوتی ضرور توڑ دیتے۔''

عن عائشة ان ام حبیبة و ام سلمة ذکرتا ، کنسیة راینها بالحبشة فیها تصاویر ، لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم . فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم ؛ ان اولئك اذا کان فیهم الرجل الصالح، فمات بنوا

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کنیسہ کا ذکر کیا، جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا، اس میں تصاویر تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِن (عیسائیوں) میں جب کوئی نیک آدمی ہوتا، پھر وہ مر

علی قبره مسجدا و صوروا فيه تلك الصور اولئك شرار الخلق عند اللّٰه يوم القيامة.
(مسلم، رقم ۵۲۸)

جاتا تو اُس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اُس مسجد میں یہ تصاویر بناتے تھے۔ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے ہاں بدترین مخلوق شمار ہوں گے۔''

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال دخل النبی صلی اللّٰه عليه و سلم البيت فوجد فيه صورة ابراهيم و صورة مريم فقال اما لهم فقد سمعوا ان الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة. هذا ابراهيم مصور فما له يستقسم.
(بخاری، رقم ۳۳۵۱)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ کے روز) بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اُس میں ابراہیم (علیہ السلام) اور مریم (علیہا السلام) کے مجسمے دیکھے۔ آپ نے فرمایا: ان (قریش) کو کیا ہوا، اِنھوں نے تو یہ سن رکھا تھا کہ فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے، جس میں کوئی مجسمہ یا تصویر ہو۔ (دیکھو) یہ ابراہیم (علیہ السلام) کا مجسمہ بنایا گیا ہے، (اِن کے ہاتھ میں انھوں نے پانسے کے تیر پکڑا دیے)، وہ بھلا فال کھولا کرتے تھے۔''

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه و سلم لما قدم ابی ان يدخل البيت و فيه الآلهة فامر بها فاخرجت فاخرجوا صورة ابراهيم و اسماعيل....
(بخاری، رقم ۱۶۰۱)

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (مکہ) آئے تو انھوں نے بیت اللہ میں معبودانِ باطل کی موجودگی میں، داخل ہونا گوارا نہیں کیا۔ چنانچہ آپ نے اُنھیں نکالنے کا حکم دیا، وہ نکالے گئے۔ لوگوں نے (اُن میں موجود) ابراہیم (علیہ السلام) اور اسمٰعیل (علیہ السلام) کا مجسمہ بھی نکالا...۔''

عن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم لما رأی الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بها فمحیت....

(بخاری، رقم ۳۳۵۲)

''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتح مکہ کے موقع پر) جب بیت اللہ میں تصاویر دیکھیں، تو آپ اس میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے انھیں مٹانے کا حکم دیا اور وہ مٹا دی گئیں....''

عن صفیة بنت شیبة قالت لما اطمأن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و سلم عام الفتح طاف علی بعیر یستلم الرکن بمحجن بیده ثم دخل الکعبة فوجد فیها حمامة عیدان فکسرها ثم قام علی باب الکعبة فرمی بها و انا انظره.

(ابن ماجہ، رقم ۲۹۴۷)

''صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب ذرا پُرسکون ہوئے تو آپ نے اونٹ پر سوار ہو کر حجرِ اَسود کا اُس لکڑی سے استلام کیا، جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر آپ کعبہ میں داخل ہوئے، آپ نے وہاں لکڑی کی ایک کبوتری پائی تو آپ نے اسے توڑ پھوڑ دیا اور پھر آپ کعبے کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اسے پھینک دیا اور میں اُس وقت آپ (کے اِس سارے عمل) کو دیکھ رہی تھی۔''

تجزیہ

احادیث کے اس گروپ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس شے کو توڑ پھوڑ دیتے تھے، جس پر صلیب کی تصویر بنی ہوتی، یعنی اس شے کو استعمال میں لانا آپ کو ہرگز گوارا نہ تھا۔

۲۔ عیسائی اپنے صالحین کی قبروں پر عبادت گاہیں بنایا کرتے تھے اور ان عبادت گاہوں میں

اپنے صالحین کی تصاویر رکھا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عیسائیوں کے بارے میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ یہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں اپنے اس عمل کی بنا پر بدترین مخلوق قرار پائیں گے۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے بیت اللہ میں معبودان باطل کی تصاویر اور ان کے مجسمے دیکھے۔ ان میں ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے مجسمے بھی رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے اس صورت حال میں بیت اللہ میں داخل ہونا بالکل گوارا نہ کیا، پھر جب آپ کے حکم سے ان معبودان باطل کے مجسمے نکال دیے گئے اور ان کی تصاویر مٹا دی گئیں تو آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے ان مجسموں اور ان تصاویر کو دیکھ کر یہ کہا کہ قریش کے ان لوگوں کو کیا ہوا ہے، انھوں نے تو یہ سن رکھا تھا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کوئی مجسمہ یا تصویر ہو۔

۴۔ کعبہ میں جو مختلف بت رکھے ہوئے تھے، ان کے ساتھ لکڑی کی بنی ہوئی ایک کبوتری بھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی اسی طرح توڑ پھوڑ دیا، جیسے آپ نے بت توڑے تھے یا جیسے آپ صلیب کی تصویر والی اشیا کو توڑ پھوڑ دیتے تھے۔

اس سے پہلے احادیث کے جن گروپوں کا ہم نے مطالعہ کیا ہے، ان میں تصاویر یا تماثیل کے الفاظ اجمالاً استعمال کیے گئے تھے، لہٰذا ان سے ان تصاویر و تماثیل کا واضح مصداق ہمارے سامنے نہیں آتا تھا، لیکن اس گروپ میں بیان کردہ احادیث میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اجمال تفصیل میں ڈھل گیا ہے۔

چنانچہ ان احادیث سے یہ اہم بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف انھی تماثیل کے بارے میں وعید سناتے، انھی کو مٹاتے اور انھی کو توڑتے ہوئے دیکھتے ہیں جو سب کی سب صریحاً مظہر شرک ہیں۔

آپ دیکھیے کہ صلیب کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رویہ کتنا سخت ہے کہ آپ اپنے

گھر میں جس کپڑے پر صلیب کا نشان دیکھتے ہیں، اسے پھاڑ دیتے ہیں اور جس شے پر صلیب کا نشان بنا ہوا پاتے ہیں، اسے توڑ دیتے ہیں۔ یہ صلیب ہمیشہ سے عیسائیوں کے نزدیک ان کے عقیدے کا ایک مقدس نشان ہے۔ یہ اس صلیب کی یادگار ہے، جس پر عیسائی روایت کے مطابق، خدا کے اکلوتے بیٹے کو سولی دی گئی تھی اور وہ اپنے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے، اپنے آسمانی باپ کے پاس چلا گیا تھا۔ یہ صلیب ہمیشہ سے عیسائیوں کے اس پورے مشرکانہ عقیدے کی ایک نمایاں علامت رہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مشرکانہ عقیدے کی اس علامت کو اپنے ہاں بالکل گوارا نہیں کرتے اور اسے توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔

اس کے بعد آپ یہ دیکھیے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کنیسہ میں موجود تصاویر کا ذکر کیا گیا تو آپ نے یہ بتایا کہ یہ تصاویر صالحین کی قبروں پر بنائی جانے والی عبادت گاہوں میں رکھی جاتی ہیں۔ ان تصاویر کے بارے میں عیسائیوں کے عقائد سے بھی ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے اور ہمارے جلیل القدر اسلاف نے بھی ان کے بارے میں یہی بات بیان کی ہے کہ عیسائی ان تصاویر اور مجسموں سے برکت حاصل کرتے اور ان سے شفاعت حاصل کرتے تھے۔ انھی تصاویر میں عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی تصاویر اور ان کے مجسمے بھی ہوتے تھے، یہ دونوں ہستیاں آج بھی ان کے نزدیک الوہیت کا درجہ رکھتی ہیں۔

بیت اللہ میں موجود تماثیل کے حوالے سے غور کریں، جب فتح مکہ کے بعد آپ کے ہاتھ میں سارا اقتدار آ گیا تو آپ بیت اللہ کے پاس تشریف لے گئے، لیکن آپ اس میں داخل نہیں ہوئے، کیونکہ اس میں لکڑی اور پتھر کی وہ تصاویر و تماثیل موجود تھیں، جنھیں 'آلھۃ' قرار دیا جاتا تھا اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ عقیدۂ شرک کے مطابق یہ 'آلھۃ' خدا تھے اور اللہ تعالیٰ کے شریک تھے۔ مشرکین عرب سے آپ کا سارا اختلاف یہی تھا کہ یہ خدا نہیں ہیں اور ان کی پرستش کا کوئی جواز نہیں ہے۔ لہٰذا اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت اللہ پر غلبہ دے دیا تھا تو آپ اس میں ان بتوں کی موجودگی کیسے گوارا کر سکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس وقت تک بیت اللہ میں قدم نہیں رکھا

جب تک اسے ان معبودان باطل سے پاک نہیں کر لیا، حتیٰ کہ کبوتری کا وہ مجسمہ، جو ان معبودان باطل کے ساتھ بیت اللہ میں رکھا ہوا تھا، اسے بھی آپ نے اسی طرح توڑ پھوڑ دیا، جیسے آپ صلیب کی تصویر والی اشیا کو توڑ پھوڑ دیتے تھے۔

نتیجہ

اس گروپ کی احادیث سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمل الفاظ میں جن تصاویر و تماثیل کی شناعت بیان کی تھی، ان سے مراد وہی تصاویر و تماثیل ہیں جن کے بارے میں الوہیت کے تصورات پائے جاتے تھے اور آپ نے انھی کو بنانے والے مصوروں کو شدید عذاب کی وعید سنائی ہے۔

احادیث میں موجود اجمال کی اس تفصیل کو جاننے کے بعد، اب ہم پھر روایات کے ذخیرے کی طرف آتے اور یہ دیکھتے ہیں کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر کی حرمت کی کوئی علت بیان کی ہے یا نہیں؟

چوتھی نوعیت کی احادیث

حرمت تصویر کی علت کے حوالے سے ذخیرۂ روایات میں درج ذیل حدیث موجود ہے:

عن ابی زرعة قال دخلت مع ابی هريرة فی دار مروان ، فرای فيها تصاوير فقال : سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول، قال اللّٰه عزوجل: ومن اظلم ممن ذهب يخلق خلقا كخلقی، فليخلقوا ذرة او	”ابوزرعہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ابوہریرہ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا۔ اُنھوں نے وہاں تصاویر دیکھیں تو کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہو گا جو میرے تخلیق کرنے (مخلوقات بنانے) کی

ليخلقوا حبة او ليخلقوا شعيرة. (مسلم، رقم ۲۱۱۱)	طرح تخلیق کرنے (مخلوقات بنانے) نکل کھڑا ہوا۔ (ایسی جسارت کرنے والوں کو چاہیے کہ) وہ ایک ذرہ تو تخلیق کر کے دکھائیں یا ایک دانہ یا ایک جو ہی تخلیق کر کے دکھا دیں۔''

اسی مضمون کی کئی احادیث ہیں۔ تکرار سے بچتے ہوئے، ہم یہاں ایک ہی بنیادی حدیث لائے ہیں۔ اس حدیث میں تصویر کی حرمت کی اصل علت بیان کی گئی ہے۔ فقہا اور علما، سبھی اس پر متفق ہیں کہ تصویر کی حرمت کی اصل علت یہی ہے، جو اس میں بیان ہوئی ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ہمیں تصاویر کی حرمت کی کیا علت معلوم ہوتی ہے۔

تجزیہ

اس حدیث میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں:

پہلی یہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کے گھر میں تصاویر دیکھیں تو انھوں نے ان پر تنقید کرتے ہوئے، تصاویر کے بارے میں حدیث قدسی میں موجود اللہ تعالیٰ کا ایک قول بیان کیا۔

دوسری یہ کہ تصویر بنانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے، جو میرے تخلیق کرنے کی طرح تخلیق کرنے چل پڑا۔

اور تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان مصوروں کے سامنے جو اس کی طرح تخلیق کرنے کی جسارت کرتے ہیں، یہ چیلنج رکھا ہے کہ تم ہماری کسی چھوٹی سی تخلیق جیسی تخلیق ہی کر کے دکھا دو، یعنی تم مٹی کا ایک ذرہ یا گندم کا ایک دانہ یا جو کا ایک دانہ ہی تخلیق کر کے دکھا دو۔

اس حدیث میں غور طلب بات یہ ہے کہ اس میں خدا جس تصویر کی بات کر رہا ہے، وہ درحقیقت خدا کی تخلیق کردہ اشیا کی نوعیت ہی کی ایک شے تخلیق کرنا ہے، یہ تصویر سازی دراصل، خدا کے عمل تخلیق کی نقالی کرتے ہوئے بالکل اسی طرح کا کوئی وجود تخلیق کر دینا ہے، نہ کہ خدا کی

بنائی ہوئی اشیا کی ہیئت کا کپڑے یا کاغذ پر نقش بنانا۔ یہ خدا کی بنائی ہوئی اشیا کے مقابل میں کوئی شے بنانا ہے۔ یہ خدا کی بنائی ہوئی اشیا کی ہیئت کی نقل اتارتے ہوئے، ان کا مجسمہ بنالینا یا ان کی تصویر بنالینا نہیں ہے۔ خدا مجسمے اور تصویریں نہیں بناتا، یہ چیزیں تو اپنی حقیقت ہی میں نقل ہوتی ہیں۔ خدا نقل نہیں بناتا، وہ اصل بناتا ہے۔ لہٰذا خدا کی طرح کوئی اصل شے بنانے کی کاوش ہی وہ چیز ہے، جو اس حدیث میں زیر بحث ہے۔

چنانچہ اس حدیث سے تصویر کی شناعت اور اس کی حرمت کی جو علت ہمارے سامنے آتی ہے، وہ خدا کے عمل تخلیق کی نقالی کرنا ہے، نہ کہ خدا کی بنائی ہوئی اشیا کی نقالی کرنا۔

تیسری نوعیت کی احادیث سے متعلق بحث میں یہ اہم بات ہمارے سامنے آئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف انھی تماثیل کو مٹاتے اور توڑتے ہیں اور انھی کے بارے میں وعید سناتے ہیں جو صریحاً مظہر شرک ہوتی ہیں۔ حرمت کی یہ علت کہ تصاویر خدا کے عمل تخلیق کی نقالی ہوتی ہیں، یہ بھی ظاہر ہے کہ انھی تصاویر سے متعلق ہے جن کے بارے میں الوہیت کے تصورات پائے جاتے ہیں، جیسا کہ بیت اللہ میں موجود معبودان باطل کی تماثیل اور عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی تصاویر کا معاملہ ہے۔ یہ سب تماثیل و تصاویر مذہب شرک کا مظہر اتم تھیں۔ چنانچہ اس حدیث میں انھی تصاویر کے بنانے کو خدا کے عمل تخلیق کی نقالی قرار دیا گیا اور انھی کے بنانے والوں کو ظالم ترین لوگ کہا گیا ہے۔

یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تصاویر بنانا یا اس طرح کے مجسمے تراشنا کیا محض ایک فن ہی کا اظہار نہیں ہے، انھیں خدا کے عمل تخلیق کی نقالی کیوں کہا گیا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام تصاویر و تماثیل دراصل انسانی ذہن ہی کی تخلیق تھیں، انسان نے خود ہی انھیں سوچا، خود ہی ان کو گھڑا، خود ہی ان کے بارے میں الوہیت کے تصورات تخلیق کیے اور پھر خود ہی اس نے لوگوں کو ان تصورات سے متعارف کرایا تھا۔ چنانچہ انسان ہی نے ان کے بارے میں لوگوں کو یہ بتایا کہ یہ بظاہر بے حس و حرکت ہونے کے باوجود حقیقت میں

زندہ ہیں، یہ اس کائنات میں تصرف کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہ جنگ اور قحط کے زمانے میں انسانوں کی مافوق الفطرت طریقے سے مدد کر سکتی ہیں۔ یہ امن اور خوش حالی کے زمانے میں برکت کا باعث ہوتی ہیں اور پھر یہی نہیں، بلکہ ان کے بارے میں اس نے یہ تصور بھی دیا کہ الوہی صفات سے متصف یہ تماثیل قیامت کے دن خدا کے ہاں پرزور شفاعت کرنے کی طاقت رکھتی ہیں اور یہ خدا کے عدل کو باطل کر سکتی ہیں۔ یہ خدائی صفات سے متصف ہستیاں ہیں، یہ بڑے خدا کے ساتھ چھوٹے خدا ہیں۔ چنانچہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی عبادت کرے۔

لہٰذا وہ شخص جو اس تصور اور اس عقیدے کے ساتھ کوئی تصویر یا مجسمہ بناتا ہے، اس کے بارے میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ وہ خدا کے مخلوق بنانے کی طرح مخلوق بنا رہا ہے، کیونکہ وہ محض ایک تصویر بنانے والا مصور یا ایک مجسمہ بنانے والا سنگ تراش نہیں ہے، بلکہ وہ ایک ایسی مخلوق بنانے والا ہے جس کے بارے میں وہ درج بالا خود ساختہ عقائد و نظریات رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں مشرکین کے انھی عقائد و نظریات پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ قرآن کی بات ان خداؤں کی نفی سے شروع ہوتی اور خداے واحد کے اثبات پر ختم ہوتی ہے۔ شرک کا یہ سارا ڈھونگ سراپا جھوٹ ہے۔ قرآن مجید خالص حق کی بات کرتا ہے، چنانچہ وہ اسے کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں مصوروں کو اسی ڈھونگ رچانے پر شدید وعید سنائی اور ان پر لعنت فرمائی ہے۔ آپ نے یہ بتایا کہ قیامت کے دن یہ لوگ شدید عذاب میں گرفتار ہوں گے، وہاں ان سے یہ کہا جائے گا کہ تم نے جو تصاویر بنائی تھیں، جنھیں تم زندہ اور کائنات میں تصرف کرنے والی ہستیاں قرار دیتے تھے، دیکھو وہ سب مردہ ہیں، تم اب ان میں وہ ارواح ڈالو جو تم ان میں موجود سمجھتے تھے اور جس کی بنا پر تم انسانوں کو ان کے بارے میں گمراہ کرتے تھے۔ یہ حکم ظاہر ہے کہ باطل 'آلھۃ' کے بارے میں ان کے تصورات کے انتہائی ابطال ہی کے لیے دیا جائے گا۔ چنانچہ وہاں یہ کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ خداے واحد کے سامنے یہ مصور اس کا کوئی بھی شریک تخلیق نہ

کر سکیں گے۔ لہٰذا یہ شدید عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

نتیجہ

اس ساری بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان احادیث میں اسی تصویر کی بات کی گئی ہے، جسے بنانا درحقیقت، خدا کی تخلیقات جیسی کوئی شے کو تخلیق کرنا ہے۔ چونکہ مشرکانہ عقائد کا حامل مصور بزعم باطل، اپنے پاس سے اسی طرح خدا کا کوئی شریک تخلیق کرتا ہے، جیسے کہ خدا واقعتہً اپنے پاس سے مخلوقات تخلیق کرتا ہے، اس وجہ سے اسے 'یخلق خلقا کخلقی' کا مصداق قرار دیا گیا ہے، لیکن چونکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کوئی چیز تخلیق کر ہی نہیں سکتا اور خدا کا کوئی شریک ہے ہی نہیں۔ لہٰذا اس مصور کی یہ تخلیق سرتا سر جھوٹ، وہم اور فریب ہوتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسے خدا کا شریک گھڑنے کے عمل پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔

پانچویں نوعیت کی احادیث

تصویر کی شناعت کی اصل علت اس کا مظہر شرک ہونا ہے، اس کی بہت واضح تصدیق ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں قدرے تفصیل سے یہ بتایا گیا ہے کہ تصویر بنانے والوں کا اصل جرم کیا ہے اور ان کے ساتھ قیامت کے دن کیا معاملہ ہوگا، یہ احادیث درج ذیل ہیں:

عن ابی هريرة ان رسول اللّٰه	''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
صلی اللّٰه عليه و سلم قال	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
يجمع اللّٰه الناس يوم القيامة	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو ایک
فی صعيد واحد ثم يطلع	بڑے میدان میں جمع کرے گا۔ پھر جہانوں
عليهم رب العالمين فيقول الا	کا پروردگار ان پر ظاہر ہوگا۔ پھر وہ کہے گا کہ
يتبع كل انسان ما كانوا يعبدونه	آگاہ رہو، ہر انسان کو اپنے معبود کے پیچھے
فيمثل لصاحب الصليب صليبه	چلنا ہوگا۔ پھر صلیب والے کے لیے اس کی

ولصاحب التصاویر تصاویره ولصاحب النار ناره فیتبعون ما کانوا یعبدون. (ترمذی، رقم ۲۵۵۷)

صلیب ممثل کر دی جائے گی اور تصاویر کے پجاری کے لیے اس کی تصاویر اور آگ کے پجاری کے لیے اس کی آگ ممثل کی جائے گی۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے معبود کے پیچھے چلیں گے۔''

عن ابی سعید الخدری قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم... یجمع اللّٰه الناس یوم القیامة فی صعید واحد قال فیقال من کان یعبد شیئا فلیتبعه قال فیتبع الذین کانوا یعبدون الشمس الشمس فیتساقطون فی النار ویتبع الذین کانوا یعبدون القمر القمر فیتساقطون فی النار و یتبع الذین کانوا یعبدون الاوثان الاوثان والذین کانوا یعبدون الاصنام الاصنام فیتساقطون فی النار قال وکل من کان یعبد من دون اللّٰه حتی یتساقطون فی النار. (مسند احمد، رقم ۱۰۷۴۳)

''ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو ایک بڑے میدان میں جمع کرے گا۔ آپ نے فرمایا: پھر کہا جائے گا: ہر آدمی اپنے معبود کی پیروی کرے۔ چنانچہ سورج کے پجاری سورج کی پیروی کریں گے تو وہ پے در پے آگ میں جا گریں گے اور چاند کے پجاری چاند کی پیروی کریں گے اور پے در پے آگ میں جا گریں گے اور اوثان (تماثیل) کو پوجنے والے اوثان کی اور اصنام[۵] (تماثیل) کو پوجنے والے اصنام کی، پس یہ پے در پے آگ میں جا گریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے سوا، ہر وہ چیز جس کی عبادت کی جاتی تھی، وہ اپنے پیرووں کو لے

۵ ان اوثان اور اصنام سے مراد وہ تماثیل ہی ہیں، جن کی پرستش کی جاتی تھی، قرآن مجید میں انھی اوثان اور اصنام کے بارے میں ایک دوسری جگہ پر 'ما ھذہ تماثیل التی انتم لھا عاکفون' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

کر چلے گی حتیٰ کہ وہ (سب) آگ میں جا
گریں گے۔''

تجزیہ

یہ احادیث سورۂ انبیاء کی آیت 'انکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصبُ جھنم، أنتم لھا واردون'۔ (یقیناً تم اور یہ چیزیں جنھیں تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن بنیں گی، تم اس جہنم میں داخل ہو کر رہو گے) کا صریح بیان اور اس کی واضح شرح ہیں۔

ان میں یہ بتایا گیا ہے:

۱۔ قیامت کے دن سب لوگ ایک بڑے میدان میں جمع کیے جائیں گے۔

۲۔ انسانوں کے سب باطل معبود ممثل کیے جائیں گے۔ ان میں صلیب، تصاویر، آگ، سورج، چاند، اوثان اور اصنام (تماثیل) وغیرہ سب شامل ہوں گے۔

۳۔ پھر سب انسانوں سے کہا جائے گا کہ وہ اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چلیں، یہ معبود ان کو سیدھے جہنم میں لے جائیں گے۔ چنانچہ صلیب کے پجاری صلیب کی پیروی کرتے ہوئے جہنم میں جا گریں گے۔ تصاویر و تماثیل (اوثان و اصنام) کے پجاری تصاویر و تماثیل کی پیروی کرتے ہوئے جہنم میں جا گریں گے۔ آگ کے پجاری آگ کی پیروی کرتے ہوئے جہنم میں جا گریں گے۔ سورج اور چاند کے پجاری، سورج اور چاند کی پیروی کرتے ہوئے آگ میں جا گریں گے۔ آپ نے فرمایا: خدا کے سوا، ہر وہ چیز جس کی عبادت کی جاتی ہے، وہ اپنے پیرووں سمیت آگ میں جا گرے گی۔

نتیجہ

یہ احادیث واضح طور پر یہ بتا رہی ہیں کہ مذہب کو صرف انھی تصاویر پر اعتراض ہے جن کے بارے میں لوگوں میں الوہیت کے تصورات پائے جاتے ہیں۔ اسی لیے قیامت کے دن تصویر کو

ان اشیا کی صف میں شامل کیا جائے گا، جنھیں دنیا میں الٰہ سمجھا گیا اور ان کی پرستش کی گئی ہے، جیسے کہ آفتاب و ماہتاب اور آگ وغیرہ۔ چنانچہ قیامت کے دن انسان کے مذعومہ خداؤں کی یہ تصاویر بھی دوسرے معبودان باطل کی طرح، اپنے پجاریوں کی رہنمائی کریں گی اور انھیں سیدھا دوزخ میں جا گرائیں گی۔

اس کے بعد ہم پھر ذخیرۂ احادیث کی طرف آتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے علاوہ کسی اور علت کی بنا پر بھی تصاویر کے بارے میں کچھ فرمایا ہے؟

چھٹی نوعیت کی احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے علاوہ ایک اور وجہ سے بھی تصاویر سے گریز کیا ہے، البتہ اس پہلو سے آپ نے انھیں ممنوع یا حرام قرار نہیں دیا۔ اس سے متعلق احادیث درج ذیل ہیں:

عن عائشة قالت كان لنا ستر فيه تمثال طائر و كان الداخل اذا دخل استقبله فقال لی رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حولی هذا فانی كلما دخلت فرايته ذكرت الدنيا. (مسلم، رقم ۲۱۰۷)

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: ہمارا ایک پردہ ہوا کرتا تھا، اس میں پرندے کی ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ جب بھی کوئی گھر میں آنے والا آتا، اسے اپنے سامنے وہ تصویر نظر آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اس کو ہٹا دو، میں جب بھی گھر میں آتا ہوں اور اسے دیکھتا ہوں تو مجھے دنیا یاد آتی ہے۔''

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما قال اتى النبی صلى اللّٰه عليه وسلم بيت فاطمة فلم يدخل عليها و جاء علی فذكرت له ذلك فذكره

''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر (دروازے تک) آئے، لیکن گھر میں داخل نہیں ہوئے اور واپس چلے گئے۔ پھر

للنبی صلی اللّٰہ علیه و سلم قال انی رایت علی بابها سترا موشیاً فقال ما لی و للدنیا فاتاها علی فذکر ذلك لها فقالت لیامرنی فیه بما شاء قال ترسل به الی فلان اهل بیت بهم حاجة.

(بخاری، رقم ۲۶۱۳)

جب علی (رضی اللہ عنہ) آئے، فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے اُن سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا (آپ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل کیوں نہیں ہوئے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اُس کے دروازے پر نقش ونگار والا پردہ دیکھا تھا۔ پھر فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق۔ علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انھیں یہ بات بتائی۔ انھوں نے کہا: وہ مجھے اس کے بارے میں جو چاہتے ہیں حکم دیں۔ آپ نے فرمایا: اسے فلاں گھر والوں کے پاس بھجوا دو، اُنھیں اِس کی ضرورت ہے۔“

تجزیہ

ان احادیث سے درج ذیل نکات معلوم ہوتے ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں پرندے کی ایک تصویر دیکھی تو فرمایا کہ اس کو ہٹا دو، کیونکہ اس سے مجھے دنیا یاد آتی ہے۔

۲۔ آپ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے پر نقش ونگار والا پردہ دیکھا تو ان کے گھر میں داخل ہونے سے گریز کیا اور فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق۔

۳۔ جس منقش پردے سے گریز کیا تھا، اسی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پردہ فلاں کے پاس بھجوا دو، انھیں اس کی ضرورت ہے۔

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پرندے کی تصویر کو دیکھ کر یہ کہنا کہ اسے ہٹا دو، یہ مجھے دنیا یاد دلاتی ہے اور منقش پردے کو دیکھ کر اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے سے گریز کرنا اور یہ کہنا کہ میرا دنیا سے کیا تعلق، یہ دونوں جملے بتاتے ہیں کہ آپ کا اس تصویر اور نقش و نگار سے یہ گریز بالکل دوسری نوعیت کا ہے۔ یہاں آپ تصویر اور نقش ونگار کو دنیا کی خوش نمائی اور اس کی رونق کا ایک مظہر سمجھتے ہوئے اس سے بے رغبتی کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسے انسان کا رویہ ہے، جو آخرت کی طرف سے اپنی توجہ اور یکسوئی کو ایک لمحے کے لیے بھی ہٹانا نہیں چاہتا۔ یہاں تصویر کی حلت و حرمت کا معاملہ زیر بحث ہی نہیں ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ نے وہ منقش پردہ کسی حاجت مند شخص کے گھر بھجوا دیا۔ اگر مسئلہ حلت و حرمت کا ہوتا تو آپ ایسا ہرگز نہ کرتے، آپ ضرور اسے پھاڑ دیتے، جیسا کہ ہم نے بعض احادیث میں آپ کا یہ رویہ دیکھا ہے۔ پھر آپ ان تصاویر سے گریز کی جو وجہ بیان کرتے ہیں، وہ واضح طور پر آپ کا 'زهد عن الدنیا' (دنیا سے گریز کرنا) ہے، نہ کہ ان تصاویر کے بارے میں دین و شریعت کا کوئی حکم۔

نتیجہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پرندے یعنی جان دار کی تصویر سے بر بنائے زہد گریز تو کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصویر سے وہ سلوک نہیں کیا، جو آپ نے مشرکانہ تصاویر کے ساتھ اختیار کیا ہے۔

زیر بحث حدیث کا دوسرا متن

اس کے بعد آپ دیکھیں کہ ''مسلم'' کی یہی روایت جس میں پرندے کی تصویر کا ذکر ہے، اسے امام مسلم ایک دوسری سند سے بھی لائے ہیں۔ اس سند سے مروی متن میں کچھ الفاظ کا اضافہ ہے، یہ اضافہ بہت اہم ہے اور یہ ہمیں صریح طور پر بتاتا ہے کہ آپ نے پرندے (یعنی جان دار) کی تصویر کو حلت و حرمت کے حوالے سے دیکھا ہی نہیں ہے۔

دوسری سند کے حوالے سے یہ روایت درج ذیل الفاظ میں منقول ہے:

عن عائشة قالت كان لنا ستر فيه تمثال طائر و كان الداخل اذا دخل استقبله فقال لي رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم حولي هذا فاني كلما دخلت فرايته ذكرت الدنيا... فلم يامرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم بقطعه.

(صحیح مسلم، رقم ۲۱۰۷)

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارے ہاں ایک پردہ ہوا کرتا تھا، اُس پر ایک پرندے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ گھر میں داخل ہونے والا کوئی شخص جونہی داخل ہوتا تو اُسے اپنے سامنے پاتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اِسے ہٹا دو، میں جب بھی گھر میں داخل ہوتے ہوئے اِسے دیکھتا ہوں، میرا دھیان دنیا کی طرف چلا جاتا ہے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اِسے پھاڑ دینے کا حکم نہیں دیا، (یعنی صرف اُسے اُس جگہ سے ہٹا دینے ہی کا حکم دیا)۔''

تجزیہ

یہ روایت اصلاً وہی ہے جو ابھی ہم اوپر پڑھ آئے ہیں، لیکن اس میں جن الفاظ کا اضافہ ہے، ان کے حوالے سے آپ دیکھیں کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پرندے کی تصویر کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا جو آپ نے مثلاً بیت اللہ میں موجود تصاویر کے ساتھ اور صلیب کی تصاویر کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ آپ نے پرندے کی تصویر کو پھاڑنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ اسے برقرار رہنے دیا ہے۔ اس کی صاف وجہ یہ ہے کہ یہ تصویر اپنے اندر وہ قباحت رکھتی ہی نہ تھی، جو قباحت مثلاً بیت اللہ میں موجود تصاویر اور صلیب کی تصاویر میں پائی جاتی تھی۔ پرندے کی اس تصویر میں محض تزیین و آرایش ہی کا پہلو تھا۔ تزیین و آرایش فی نفسہٖ دین میں ممنوع نہیں ہے۔ البتہ اگر یہ ہمیں ہمارے اپنے حالات میں دنیا کی یاد اور آخرت سے غفلت کا باعث بنتی ہو تو پھر آخرت کی طرف یکسوئی قائم

رکھنے کی خاطر، اس سے ممکن حد تک گریز کرنا چاہیے[6]۔

نتیجہ

چنانچہ یہ روایت اس پر نص قاطع ہے کہ پرندے یعنی جان دار کی تصویر حرام نہیں ہے۔

ایک وضاحت

جان دار کی تصویر بھی چونکہ بعض دوسری بے جان اشیا مثلاً پہاڑ، ندی، جنگل اور وادی کی تصاویر کی طرح دنیا یاد دلانے کا باعث بن سکتی ہے، لہٰذا اس پہلو سے اگر اس سے گریز پیش نظر ہو تو وہ اختیار کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ گریز پھر جان دار اور بے جان ہر شے کی تصویر سے یکساں طور پر

---

[6] دنیا یاد دلانے والی شے سے گریز کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی قرینے اور سلیقے ہی کے اظہار سے گریز کرنے لگ جائے، قرینہ اور سلیقہ تو انتہائی فطری چیزیں ہیں۔ یہ گریز دراصل، اس آرایش وزیبایش اور اس زیب وزینت سے ہے جو خاص اس مقصد کے لیے ہوتی ہے کہ کسی شے کو آدمی کی نظروں میں کھبا دے۔

اس آرایش وزیبایش اور اس زیب وزینت کا معیار تمدن کے فرق کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک غیر ترقی یافتہ صحرائی تمدن میں محض ایک پرندے کی تصویر دنیا یاد دلانے کا باعث بن جائے اور ایک ترقی یافتہ تمدن میں اس سے بدرجہا مزین اشیا بھی دنیا یاد دلانے کا باعث نہ بنیں، بلکہ کوئی خاص مزین شے ہی اس کا ذریعہ بنے۔

طبائع اور مزاجوں کے فرق کے ساتھ زہد کا اپنا رنگ اور اس کا اظہار بہت مختلف ہو جاتا ہے۔ زہد یحییٰ علیہ السلام کا اپنا رنگ ہے اور زہد سلیمان علیہ السلام کا اپنا رنگ۔ ایک نوعیت کے زہد میں ٹاٹ کا لباس پہنا جاتا ہے اور دوسرے میں 'صرح ممرد' (شیشوں جڑا محل) بنوایا جاتا ہے اور پھر اس میں زہد اپنا اظہار 'فطفق مسحاً بالسوق و الاعناق' (وہ ان گھوڑوں کی پنڈلیاں اور گردنیں تلوار سے اڑانے لگ پڑا) کی صورت میں کرتا ہے۔ الغرض زہد کے کئی رنگ ہوسکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رنگ زہد کے حوالے سے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ زہد پایا جاتا ہے۔

کسی کے رنگ زہد کی پیروی تبھی کی جاسکتی ہے، اگر اس رنگ کا طبعی ذوق انسان میں موجود ہو۔

ہو گا اور محض تصویر ہی سے نہیں، منقش کپڑے سے بھی ہو گا، مزین عمارت سے بھی ہو گا۔ غرض یہ گریز ہر اس چیز سے ہو گا، جو دنیا یاد دلانے کا باعث بنتی ہے یا بن سکتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گریز اصلاً تصویر سے نہیں تھا، بلکہ اس تزیین و آرایش سے تھا، جو اس کپڑے میں پائی جاتی تھی اور جس کی بنا پر، وہ دنیا یاد دلانے کا ذریعہ بن رہا تھا۔ یہ بات اچھی طرح ذہن میں رہے کہ یہ گریز اسلامی قانون و شریعت کا حکم نہیں ہے۔ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ زہد کا ظہور ہے، آپ سے زہد کا یہ رنگ بلا شک و شبہ ثابت ہے، چنانچہ طبیعتوں کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی پیروی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ ہی کا اتباع ہو گی۔

بہرحال، درج بالا حدیث کے الفاظ واضح طور پر یہ بتا رہے ہیں کہ پرندے یعنی جان دار کی تصویر شرعاً حرام نہیں ہے۔ اگر جان دار کی تصویر کی حلت و حرمت کوئی مسئلہ ہوتی تو یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حرمت اور قباحت کو بیان نہ کرتے اور نہ اس بات ہی کا کوئی امکان تھا کہ آپ پرندے کی تصویر سے گریز کی اصل علت کو بھول کر، بالکل ایک دوسری بات بیان کر دیں، جس کے نتیجے میں ایک حرام بات، بالکل جائز اور مباح بن جائے۔ نعوذ باللّٰه من ذلك۔

حرمت تصویر سے متعلق مزید دو احادیث

یہاں ضروری ہے کہ ہم درج ذیل دو روایتوں کو بھی دیکھ لیں، ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حقیقت ذرا مختلف الفاظ سے بیان کی ہے:

عن ابن عباس يقول سمعت ابا طلحة يقول سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم يقول لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة تماثيل.	”ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوطلحہ کو سنا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تماثیل کی تصویر ہو۔“
(بخاری، رقم ۳۲۲۵)	

عن نجی ... قال علی ... قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ... قال جبریل ... انہا ثلاث لن یلج ملك (دارا) ما دام فیہا ابداً واحد منہا کلب او جنابة او صورة روح. (مسند احمد، رقم ۶۴۸)	''نجی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اگر کسی (گھر) میں موجود ہوں تو فرشتہ اُس (گھر) میں کبھی نہیں جاتا۔ ان تین میں سے ایک کتا ہے، دوسری چیز جنبی آدمی اور تیسری چیز روح کی تصویر۔''

ان دو احادیث میں نئی بات صرف اتنی ہے کہ پہلی میں تماثیل کی تصویر کو ممنوع قرار دیا گیا اور دوسری میں روح کی تصویر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ تماثیل کی تصویر سے اور روح کی تصویر سے کیا مراد ہے؟

پہلی حدیث کا تجزیہ

اس حدیث میں ہمارے موضوع سے متعلق یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تماثیل کی تصویر ہو۔ ممنوع تماثیل سے مراد، جیسا کہ ہم پیچھے تفصیلاً بحث کر چکے ہیں، وہ اوثان واصنام ہیں جن کی عبادت کی جاتی تھی، چنانچہ 'تماثیل کی تصویر' سے مراد انھی اوثان واصنام کی تصویر ہے۔

نتیجہ

اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جس گھر میں اوثان واصنام کی کوئی تصویر ہوگی، اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے کسی صریح مظہر شرک کی موجودگی ملائکہ کو کیسے گوارا ہو سکتی ہے۔

دوسری حدیث کا تجزیہ

اس کے بعد اب ہم دوسری حدیث میں آنے والے 'صورة روح' کے الفاظ کو دیکھتے ہیں۔

یہ الفاظ اسی پس منظر میں بولے جا رہے ہیں، جس کا ہم پیچھے بہت تفصیل سے مطالعہ کر آئے ہیں۔ چنانچہ 'صورة روح' کا مطلب ہے: روح والی تصویر۔ یعنی وہ تصویر جس کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ اس میں روح موجود ہے اور اس روح کی وجہ سے یہ زندہ وجود کی طرح نافع وضار ہے، جیسا کہ عربوں میں یہ تصور عام پایا جاتا تھا۔

'صورة روح' کے الفاظ کی تالیف 'صورة فیها روح' (تصویر جس میں روح ہے) ہے۔ عربی میں اس کی مثال 'بستان اشجارٍ' یعنی 'بستان فیها اشجار' (باغ جس میں درخت ہیں) ہے یا 'دار السلام' یعنی 'دار فیها السلام' (گھر جس میں سلامتی ہے) ہے۔

نتیجہ

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ وہ تصاویر ممنوع ہیں جن کے بارے میں یہ تصور ہو کہ ان میں روح موجود ہے۔

یہاں تک کی ساری بحث اس سے متعلق تھی کہ تصاویر و تماثیل کے بارے میں ہمیں براہ راست قرآن مجید اور احادیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تصاویر کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کیا سمجھا تھا۔

تصاویر کے بارے میں فہم صحابہ

تصویر کے بارے میں فہم صحابہ کے حوالے سے جب ہم ذخیرۂ احادیث کو دیکھتے ہیں تو دو بنیادی اور اہم روایتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ علما نے تصویر کے بارے میں عموماً جو موقف اختیار کیا ہے، وہ درحقیقت انھی دو میں سے ایک روایت پر مبنی ہے۔

یہ دونوں روایتیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ ''صحیح بخاری'' میں موجود ہیں اور فنی اعتبار سے صحیح شمار ہوتی ہیں۔ البتہ ان میں سے ایک کی سند دوسری کی نسبت زیادہ قوی ہے، لیکن یہ

عجیب بات ہے کہ ایک ہی صحابی سے مروی ہونے کے باوجود یہ دونوں روایتیں باہم متضاد محسوس ہوتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جو سنداً کچھ زیادہ قوی ہے، پہلے ہم اس کا مطالعہ کریں گے اور پھر اس کے بعد ہم دوسری روایت کو دیکھیں گے اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ آیا ان دونوں میں واقعی کوئی تضاد پایا جاتا ہے۔

پہلی روایت

قال ابن عباس اخبرنی ابو طلحة رضی اللّٰه عنه ... صاحب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم و کان قد شهد بدراً مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم...: انه قال لا تدخل الملائکة بیتا فیه کلب ، و لا صورة، یرید: التماثیل التی فیها الارواح.

(بخاری، رقم ۴۰۰۲)

''ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو جنگ بدر میں بھی موجود تھے، انھوں نے بتایا تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو، اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) یہاں تصویر سے آپ کی مراد وہ تماثیل تھیں، جن میں ارواح ہوتی ہیں۔''

اس روایت میں گو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ بھی موجود ہیں، جن کا ہم مطالعہ کر چکے ہیں، لیکن اس میں خاص بات یہ ہے کہ یہ روایت ہمیں ممنوع تصاویر کے بارے میں فہم صحابہ کا پتا دیتی ہے۔ چنانچہ ہم اسی حوالے سے اس کا مطالعہ کریں گے۔

تجزیہ

اس حدیث سے ہمیں درج ذیل بات معلوم ہوتی ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول 'لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب و لا صورة' کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ اس میں 'صورة' کے لفظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ تماثیل مراد لیتے تھے، جن میں ارواح موجود ہوتی ہیں۔ یعنی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ تماثیل جو کسی جان دار کی ہوتی ہیں، بلکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ تماثیل (تصاویر و مجسمے) جن میں ارواح موجود ہوتی ہیں۔ یعنی جو بجائے خود زندہ خیال کی جاتی ہیں، جیسے کہ مشرکین مکہ لات، عزیٰ، منات اور دوسرے دیوی دیوتاؤں کی تماثیل کو زندہ خیال کرتے تھے۔ ظاہر ہے، جبھی تو وہ ان کو حاجت روا سمجھتے، ان سے دعائیں مانگا کرتے اور آخرت میں ان کی شفاعت کی توقع رکھتے تھے۔

نتیجہ

اس حدیث سے فہم صحابہ کے حوالے سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک جن تماثیل (تصاویر اور مجسموں) کی موجودگی میں فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے، وہ عام تماثیل نہیں تھیں، بلکہ وہ ایسی تماثیل ہیں جن (تماثیل) میں مشرکانہ تصور کے مطابق ارواح موجود ہوتی ہیں۔

دوسری حدیث

اب ہم دوسری روایت کی طرف آتے ہیں، جس کا مفہوم درج بالا روایت سے مختلف محسوس ہوتا ہے۔ یہ روایت بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے اور یہ پہلی روایت کی نسبت صحت میں کچھ کم تر ہے، لیکن یہی وہ روایت ہے، جس کے الفاظ سے ہمارے ہاں بہت بڑے پیمانے پر یہ سمجھ لیا گیا کہ اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہمیں تصویر کی حلت و حرمت کا اصول بتا دیا ہے، یعنی یہ کہ بے جان شے کی تصویر حلال اور جان دار کی حرام ہوتی ہے۔ چنانچہ تصویر کے بارے میں اصلاً، اسی روایت کی بنیاد پر وہ نقطۂ نظر وجود میں آیا ہے، جسے علما و فقہا کی اکثریت نے اپنا لیا ہے۔

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس روایت کا بہت دقت نظر کے ساتھ تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔ یہ روایت درج ذیل ہے:

عن سعید بن ابی الحسن قال کنت عند ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما اذا اتاہ رجل فقال یا ابا عباس انی انسان انما معیشی من صنعة یدی وانی اصنع ھذہ التصاویر فقال ابن عباس لا احدثك الا ما سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول سمعتہ یقول من صور صورة فان اللّٰہ معذبہ حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ فیھا ابداً فربا الرجل ربوة شدیدة واصفر وجھہ فقال ویحك ان ابیت الا ان تصنع فعلیك بھذا الشجر کل شیء لیس فیہ روح.
(بخاری، رقم ۲۲۲۵)

''سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک آپ کے پاس ایک آدمی آیا تو اس نے کہا: اے ابو عباس (رضی اللہ عنہ) میں ایک ایسا آدمی ہوں، جسے بس اپنے ہاتھ کے ہنر ہی سے روزی کمانی ہے۔اور میں یہ (خاص) تصاویر بناتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اِس ضمن میں تم سے وہی بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جس نے کوئی تصویر بنائی، اللہ تعالیٰ اُس کو لازماً عذاب دے گا۔ یہاں تک کہ (سزا کے طور پر) اُس سے کہا جائے گا کہ اِس تصویر میں روح پھونکو، (وہ اُس میں روح پھونکنے کی کوشش کرے گا)، لیکن وہ اس میں کبھی بھی روح نہ پھونک سکے گا۔ وہ شخص یہ سن کر دم بخود رہ گیا اور اُس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (یہ دیکھ کر) کہا: تیرا ناس ہو، اگر تجھے ضرور تصویر بنانی ہے تو تو اِس درخت کی بنا لے،

تصویر بس اُسی چیز کی بنایا کر، جس میں کوئی
روح نہیں ہوتی۔‘‘

تجزیہ

اس روایت میں بیان کردہ اہم نکات یہ ہیں:

ا۔سائل کا پیشہ کوئی خاص نوعیت کی تصاویر بنانا تھا، جسے اس نے ’انی اصنع هذه التصاویر‘ (میں یہ خاص تصاویر بناتا ہوں) کے الفاظ سے بیان کیا۔

۲۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سائل کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جس نے کوئی تصویر بنائی، اللہ تعالیٰ اس کو لازماً عذاب دے گا، یہاں تک کہ (سزا کے طور پر) اس سے کہا جائے گا کہ اس تصویر میں روح پھونکو، (وہ اس میں روح پھونکنے کی کوشش کرے گا) لیکن وہ اس میں کبھی بھی روح نہ پھونک سکے گا۔

۳۔ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سائل کو یہ مشورہ دیا کہ اگر تو تصاویر بنا کر ہی روزی کمانے پر مجبور ہے تو تو بس اسی چیز کی تصویر بنایا کر جس میں روح نہیں ہوتی، مثلاً اس درخت کی تصویر بنا لو۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس روایت سے وہ استدلال کیسے کیا گیا، جس کی بنا پر ہمارے ہاں بہت بڑے پیمانے پر یہ مسلک رائج ہو گیا کہ جان دار کی تصویر بنانا حرام اور بے جان کی تصویر بنانا حلال ہے۔

روایت کا رائج مفہوم

اس نقطۂ نظر کے حاملین اس حدیث کو اس طرح سے واضح کرتے ہیں کہ اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سائل کو یہ اصولی بات بتائی ہے کہ قیامت کے دن مصورین کو تصویر میں روح پھونکنے کی سزا دینے کی اصل وجہ یہ ہو گی کہ انھوں نے دنیا میں روح والی یعنی جان دار اشیا کی

تصاویر بنائی ہوں گی۔ اگر وہ جان دار اشیا کی یہ تصاویر نہ بناتے تو پھر انھیں اپنی بنائی ہوئی تصاویر میں روح پھونکنے کا عذاب ہر گز نہ دیا جاتا۔ چنانچہ ان کے خیال میں یہی وہ وجہ ہے جس کی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سائل کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر تجھے تصاویر ضرور ہی بنانی ہیں تو پھر بے جان اشیا کی تصاویر بنایا کرو، کیونکہ اس صورت میں تم عذاب سے بچ جاؤ گے۔

رہا یہ مسئلہ کہ جان دار اشیا کی تصاویر کیوں ممنوع ہیں تو اس کے لیے وہ وہی روایت پیش کرتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ نے تصویر بنانے والے کا جرم 'یخلق خلقاً کخلقی' (میرے تخلیق کرنے کی طرح تخلیق کرنا) قرار دیا ہے، کیونکہ ان کے خیال میں جان دار شے کی تصویر بنانا، خدا کی تخلیق ہی کی مثل تخلیق کرنا ہے اور بے جان شے کی تصویر بنانا، خدا کی تخلیق کی مثل تخلیق کرنا نہیں ہے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا اس استدلال میں کوئی غلطی پائی جاتی ہے۔

روایت کے رائج مفہوم پر تنقید

اس مضمون کے ابتدائی حصے میں رائج نقطۂ نظر پر تنقید کرتے ہوئے اس درج بالا استدلال پر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔ یہاں ہم اس روایت پر ایک دوسرے پہلو سے غور کرتے ہیں۔

اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ تصویر کی حلت و حرمت کے حوالے سے کوئی اصول بیان نہیں کر رہے کہ اسلام میں جان دار کی تصویر بنانا حرام اور بے جان کی تصویر بنانا جائز ہے، بلکہ آپ ایک سائل کو اس کے خاص معاملے میں فتویٰ دے رہے ہیں اور اسے اس کی مجبوری کا حل بتا رہے ہیں۔

اور پھر مزید بات یہ ہے کہ اسلام میں تصویر کی حرمت کی اصل وجہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے، اس سوال کا واضح جواب اس روایت سے سمجھنا اس لیے بھی غلط ہے کہ اس میں سائل کی فراہم کردہ وہ معلومات بیان ہی نہیں ہوئیں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے بالکل عیاں تھیں۔ اس اجمال

کی تفصیل یہ ہے کہ اس روایت میں سائل نے 'ھذہ التصاویر' (یہ تصاویر) کے اہم الفاظ بولے ہیں۔ یہ الفاظ سامنے کے اس مخاطب (ابن عباس رضی اللہ عنہ) کے لیے بالکل واضح ہیں، کیونکہ وہ اسم اشارہ 'ھذہ' کے مشارالیہ 'التصاویر' کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن کسی بھی غائب شخص (Third Person) کے لیے یہ الفاظ سرتاسر غیر واضح ہیں۔ ان الفاظ سے یہ بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خاص تصاویر جو یہ سائل بنایا کرتا تھا، وہ کس نوعیت کی تھیں۔ جب تک یہ بنیادی بات ہم پر واضح نہ ہو، ہم اس حدیث کی بنیاد پر یہ قیاس نہیں کر سکتے کہ ابن عباس نے سائل کو فلاں علت کی بنا پر تصاویر بنانے سے منع کیا تھا۔

لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس مشورے سے تصویر کی حرمت کی علت دریافت کرنا یا کوئی اصول اخذ کرنا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے، خصوصاً جبکہ انھوں نے اس میں نہ علت کی حیثیت سے کوئی بات صریح الفاظ میں بیان کی ہے اور نہ کسی اصول ہی کا ذکر کیا ہے۔

ایک اور نکتہ یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر اس رائے کو مان لیا جائے کہ روح والی اشیا یعنی جان دار ہی کی تصویر حرام ہے تو پھر صلیب کی وہ تصاویر بالکل جائز قرار پاتی ہیں، جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز گوارا نہ کرتے تھے اور آپ اس شے ہی کو توڑ دیتے یا اس کپڑے ہی کو پھاڑ دیتے تھے جس پر صلیب کی وہ تصاویر بنی ہوتی تھیں۔

اس کے علاوہ ایک عجیب اور بالکل ناقابل فہم بات جو اس رائے کو اختیار کرتے ہوئے ماننی پڑتی ہے، وہ یہ ہے کہ روح والی شے کی تصویر بنانا تو خدا کی تخلیق کی نقالی کرنا ہے اور بے روح یعنی بے جان شے کی تصویر بنانا خدا کی تخلیق کی نقالی کرنا نہیں ہے، حالانکہ جان دار اور بے جان، دونوں طرح کی اشیا بہرحال، خدا ہی کی تخلیق ہیں۔ ان دونوں کی نقالی کی جا سکتی ہے اور وہ نقالی لازماً نقالی ہی کہلائے گی۔ چنانچہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ خدا کی بنائی ایک شے کی نقالی کو ممنوع اور دوسری شے کی نقالی کو جائز قرار دیا جائے۔ دونوں میں یہ فرق کرنا بالکل ناقابل فہم بات ہو گی۔

روایت کا صحیح مفہوم

عربوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس ماحول میں تشریف لائے تھے، اس میں چاروں طرف شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ ملائکہ کی پرستش کی جاتی، جنات پوجے جاتے، چاند، سورج اور ستاروں کی عبادت کی جاتی، پتھروں اور چٹانوں کو سجدہ کیا جاتا تھا۔ غرض طرح طرح کا شرک ان میں رائج تھا۔ سابقہ صفحات میں کئی جگہ پر یہ بات بیان ہوئی ہے کہ عربوں کے ہاں پائی جانے والی تصاویر ان کے شرک کا خاص مظہر تھیں، چنانچہ اسی بنا پر ان پر تنقید کی گئی اور ان کے مصوروں کو شدید عذاب کی وعید سنائی گئی۔

ذیل میں ہم اسی سے متعلق عربوں کی تاریخ سے بعض ایسے تفصیلی شواہد پیش کرتے ہیں جو ہمیں بالکل اس دور اور اس ماحول میں لے جاتے ہیں، جس میں خدا کی شریعت نازل ہوئی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے سمجھا اور لوگوں سے بیان کیا تھا۔

معبودوں کے بارے میں عربوں کے تصورات بیان کرتے ہوئے ''المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام'' کے مصنف ڈاکٹر جواد علی لکھتے ہیں:

> ''عربوں کے ہاں بت، Draw کی ہوئی تصویروں، کُھدی ہوئی مورتوں اور گھڑے ہوئے مجسموں کی شکل میں پائے جاتے تھے۔'' (۶/۷۰)

> ''عربوں کا اپنے معبود لات کے بارے میں یہ تصور تھا کہ یہ دراصل، ایک آدمی تھا جو ایک چٹان کے اندر سما گیا تھا۔ چنانچہ وہ آدمی ان کے ہاں معبود قرار دے دیا گیا۔ اس چٹان پر انھوں نے ایک عمارت بنا دی۔ پھر وہ چٹان لات کہلانے لگ گئی اور اس کی پرستش شروع ہو گئی۔''

(۶/۶۸-۶۹)

> ''عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بتوں کے اندر ارواح پنہاں ہوتی ہیں۔ یہ ارواح لوگوں سے باتیں بھی کرتی ہیں اور انھی ارواح نے لوگوں کو وہ قصہ بھی الہام کیا تھا جو انھوں نے اس وقت بیان کیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو ڈھانے کا حکم دیا تھا کہ جونہی مسلمان ان بتوں کو ڈھائیں گے ان کے اندر سے جن نکلیں گے۔'' (۶/۶۹)

’’عربوں کے اسی عقیدے کی بنا پر کہ بتوں کے اندر ارواح اور جنات پائے جاتے ہیں اور اگر ان بتوں کو توڑنے کی کوشش کی گئی تو وہ ارواح اور جنات باہر نکل کر توڑنے والے کو ہلاک کر دیں گے، بعض (کمزور ایمان والے) ایسے لوگ جو بت توڑنے والوں میں شامل تھے، وہ ڈر گئے۔‘‘ (۶/۶۹)

’’عربوں کے ہاں بتوں کو مافوق الفطرت قوتوں کا نمائندہ یا مظہر قرار دیا جاتا تھا اور یہ بھی گمان کیا جاتا تھا کہ یہ مافوق الفطرت قوتیں ان بتوں کے اندر پنہاں ہیں۔ یہ بت انسانوں، حیوانوں اور پتھروں کی شکل کے ہوا کرتے تھے۔ انھیں پوجنے والوں کے درمیان ان کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور تھیں۔‘‘ (۶/۶۹)

’’عرب بت پرست جن کلمات سے اپنے بتوں کو مخاطب کرتے تھے، ان سے پتا چلتا ہے کہ وہ بتوں میں ارواح کو موجود سمجھتے تھے، چنانچہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ بت سنتے اور جواب دیتے ہیں۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ روح پتھر میں حلول کر جاتی ہے۔ مالک بن حارثہ روایت کرتے ہیں کہ ان کا باپ انھیں دودھ دیا کرتا اور انھیں کہتا کہ وہ یہ دودھ ’’ود‘‘ بت کے پاس لے جائیں اور اسے پلائیں۔ مالک وہ سارا دودھ خود پی جاتے اور بت کے سامنے ایک قطرہ بھی نہ رکھتے۔... غرض یہ کہ عرب بتوں میں عقل، سمجھ، سماعت اور بصارت کی صفات کو مانتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ بت باوجود پتھر ہونے کے ذی روح ہیں۔‘‘ (۶/۱۴۱-۱۴۲)

’’عرب بتوں کے لیے جو معبد بناتے، ان میں بتوں کے سامنے ایسی جگہیں بنی ہوتیں، جہاں زائرین اپنے نذرانے ڈالا کرتے تھے۔ ان نذرانوں میں عام طور پر زیور، سونے چاندی کی بنی ہوئی اشیا اور دوسری قیمتی چیزیں ہوا کرتی تھیں۔ اسی طرح یہ لوگ بتوں کا تقرب حاصل کرنے اور اپنی نذریں پوری کرنے کے لیے ان کے گلے میں تلواریں لٹکا دیتے اور قیمتی کپڑے ان کے اوپر ڈال دیتے تھے۔ عرب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان بتوں میں روحیں موجود ہوتی ہیں، چنانچہ یہ بت ان نذرانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔‘‘ (۶/۱۸۸-۱۸۹)

’’عربوں کا یہ تصور تھا کہ ان کا معبود ان کی طرف سے بھرپور دفاع کرتے ہوئے لڑتا ہے اور اس وجہ سے مختلف قبائل اور لشکر اپنے ساتھ اپنے معبودوں کی تصاویر اور ان کے مجسمے یا کچھ

مقدس دینی علامات رکھتے تھے۔ وہ ان سے برکت حاصل کرتے اور جنگ میں نصرت طلب کرتے۔'' (٦١/٦)

''جب کوئی قبیلہ جنگ ہار جاتا تو وہ یہی سمجھتا کہ اس جنگ میں دراصل اس کا معبود ہار گیا ہے۔'' (١٠/٦)

ظاہر ہے، اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس مصور کو جو مشورہ بھی دیا ہے، وہ یہ دیکھ کر ہی دیا ہے کہ یہ شخص کون ہے، کس ماحول میں رہتا ہے، کس خاص نوعیت کی تصاویر بناتا ہے اور عربوں کے اس ماحول میں تصاویر کے حوالے سے وہ کیا مسئلہ پایا جاتا جس کی بنا پر مصوروں کو جہنم کے شدید عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

چنانچہ ہمارے نزدیک اس روایت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ابن عباس نے اس مصور سے کہا ہے کہ اگر تجھے ضرور تصویر بنانی ہے تو (تم ایسی شے یا ایسے وجود کی تصویر نہ بنایا کرو جس شے میں روح کے پائے جانے کا مشرکانہ تصور موجود ہو، بلکہ) اس درخت کی تصویر بنا لو (جس میں روح کے پائے جانے کا کوئی مشرکانہ تصور موجود نہیں ہے) اور اسی طرح ہر اس چیز کی تصویر بنا لو، جس میں روح (کے پائے جانے کا کوئی مشرکانہ تصور موجود) نہ ہو۔

ابن عباس ہی کی وہ روایت جسے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور جو سنداً زیادہ قوی بھی ہے، اس میں خود ''حبر الامۃ'' نے اپنی روح والی اسی بات کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے، یعنی یہ کہ وہ تماثیل جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا ہے کہ ان کی موجودگی میں فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے، ان تماثیل سے آپ کی مراد ایسی تماثیل تھیں، جن میں (مشرکانہ عقائد کے مطابق) ارواح ہوتی ہیں۔

مشرکین مکہ لات، عزیٰ، منات اور دوسرے دیوی دیوتاؤں کی تماثیل کے بارے میں یہی خیال کرتے تھے کہ ان میں ارواح ہیں، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کو حاجت روا سمجھتے، ان سے دعائیں مانگا کرتے اور آخرت میں ان کی شفاعت کی توقع رکھتے تھے۔ لہٰذا ہمارے خیال میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اس دوسری روایت میں بھی بالکل وہی بات کہہ رہے ہیں جو انھوں نے

پہلی روایت میں فرمائی ہے۔

نتیجہ

اس پوری بحث کے بعد ہم بہت اطمینان سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی انھی تماثیل (تصاویر و مجسموں) کو ممنوع سمجھتے تھے، جو مظہر شرک ہوتی تھیں۔

یہ بحث تصویر کے بارے میں فہم صحابہ سے متعلق تھی۔ اس کے بعد اب ہم یہ دیکھیں گے کہ تصویر کے حوالے سے صحابہ کے ہاں کیا عملی رویہ پایا جاتا تھا۔

تصویر کے بارے میں صحابہ کا عمل

تصاویر کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے عملی رویے کو جاننے کے لیے جب ہم روایات کے ذخیرے کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض نوعیت کی تصاویر سے بہت گریز کیا کرتے تھے۔ اس سے متعلق روایات درج ذیل ہیں:

صحابۂ کرام کا تصاویر سے گریز

عن ابی الھیاج الاسدی ؛ قال لی علی الا ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم ان لا تدع تمثالاً الا طمسته و لا قبراً مشرفاً الا سویته و لا صورة الا طمستها.
(مسلم، رقم ۹۶۹)

''ابوالہیاج الاسدی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کیا میں تم کو ویسی ہی مہم پر نہ بھیجوں جیسی مہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ تم ہر مجسمے کو توڑ دو، ہر اونچی قبر کو برابر کر دو اور ہر تصویر کو مٹا دو۔''

عن حنش الکنانی عن علی انه

''حنش الکنانی کہتے ہیں حضرت علی رضی

بعث عامل شرطته فقال له اتدری علی ما ابعثك؟ علی ما بعثنی علیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم ان انحت کل یعنی صورة و ان اسوی کل قبر.

(مسند احمد، رقم ۱۲۸۶)

اللہ عنہ نے اپنی پولیس کے کوتوال سے کہا کہ تم جانتے ہو میں کس مہم پر تمھیں بھیج رہا ہوں، اُسی مہم پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا کہ میں ہر تصویر کو مٹا دوں اور ہر قبر کو زمین کے برابر کر دوں۔‘‘

قال عمر رضی اللّٰه عنه انا لا ندخل کنائسکم من اجل التماثیل التی فیها الصور.

(بخاری: باب الصلوٰۃ فی البیعہ)

’’عمر رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں سے کہا کہ ہم تمھارے کنیسوں میں اُن تماثیل (پوجی جانے والی چیزوں) کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے، جن پر (تمھارے معبودوں کی) تصاویر بنی ہوتی ہیں۔‘‘

کان ابن عباس یصلی فی بیعة الا بیعة فیها التماثیل.

(بخاری: باب الصلوٰۃ فی البیعہ)

’’ابن عباس رضی اللہ عنہ گرجا میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے، مگر اس گرجا میں نہیں پڑھتے تھے، جس میں تماثیل ہوتی تھیں۔‘‘

تجزیہ

تصاویر کے حوالے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ وہ عملی رویہ ہے جو ہمیں احادیث کی مستند کتابوں میں ملتا ہے۔

ان روایات میں ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکانہ تصویروں کو مٹانے کا حکم دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ان تصاویر کو مٹانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن تھا، میں بھی اسی راستے پر گام زن ہوں۔ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس عیسائیوں کے گرجوں میں نماز پڑھنا بالکل درست سمجھتے ہیں، لیکن اگر ان میں عیسائیوں کے شرکیہ عقائد کی نمائندہ (مشرکانہ) تصاویر ہوں تو پھر یہ کسی صورت بھی ان میں نماز پڑھنے کو تیار نہیں ہوتے۔

نتیجہ

صحابۂ کرام عملاً جن تصاویر سے پرہیز کرتے تھے، وہ سب کی سب مشرکانہ تصاویر ہی تھیں۔ لہٰذا صحابہ کا عمل بھی ہمیں یہی بات بتاتا ہے کہ وہ سب تصاویر ممنوع ہیں جو مظہر شرک ہیں۔

صحابہ کے ہاں تصاویر کا استعمال

تصویر کے بارے میں صحابہ کا عمل تو ہمیں احادیث کی بنیادی کتابوں (بخاری و مسلم) میں ملتا ہے، ان کے علاوہ کتب تاریخ اور احادیث کی بعض دوسری کتب کو دیکھیں تو ان کتابوں سے ہمیں تصویر کے بارے میں صحابہ کے عملی رویے سے متعلق کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ باتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عروہ کے بٹن میں آدمیوں کے چہروں کی تصویریں تھیں[۷]۔

۲۔ حضرت انس بن مالک کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک شیر غراں کی تصویر بنی ہوئی تھی[۸]۔

۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی انگوٹھی کے نگینے میں دو آدمی بنے ہوئے تھے، جن کے درمیان میں ایک شیر تھا[۹]۔

۴۔ حضرت حذیفہ کی انگوٹھی میں دو سارس آمنے سامنے بنے ہوئے تھے اور ان کے درمیان 'الحمد للّٰہ' لکھا ہوا تھا[۱۰]۔

۵۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی انگوٹھی میں ایک سارس بنا ہوا تھا، جس کے دو سر تھے[۱۱]۔

۶۔ حضرت عمران بن حصین کی انگوٹھی میں ایک آدمی کی تصویر تھی جو گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے تھا[۱۲]۔

---

۷ طبقات ابن سعد، جز تابعین ۱۳۶۔

۸ اسد الغابہ ۱/۱۲۸۔

۹ مصنف ابن ابی شیبہ، ۶، کتاب اللباس والزینہ، نقش الخاتم وما جاء فیہ۔

۱۰ مصنف ابن ابی شیبہ، ۶، کتاب اللباس والزینہ، نقش الخاتم وما جاء فیہ۔

۱۱ المصنف، عبد الرزاق، ۱۰، باب الخاتم۔

۱۲ مصنف ابن ابی شیبہ، ۶، کتاب اللباس والزینہ، نقش الخاتم وما جاء فیہ۔

۷۔ حضرت عمر کے زمانے میں جب شہر سوس فتح ہوا تو وہاں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی جس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرت دانیال نبی علیہ السلام کی انگوٹھی ہے، اس انگوٹھی کے نگینے میں دو شیر اور ان کے مابین ایک آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ انگوٹھی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی اور کہا کہ تم اس سے مہر لگایا کرو۔[۱۳]

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے دور میں جب سلطنت ایران کا پایۂ تخت مدائن فتح ہوا تو فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص نے جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے ایوان کسریٰ میں منبر نصب کیا اور جمعہ کی نماز ادا کی، حالانکہ اس میں تماثیل[۱۴] موجود تھیں[۱۵]۔

۱۳؎ تاریخ الامم والملوک ۲۲۱/۴۔

۱۴؎ تاریخ الامم والملوک ۱۷۷/۴۔

۱۵؎ یہ تماثیل کیسی تھیں؟ ظاہر ہے کہ اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ یہ تماثیل دین میں ممنوع بھی ہوں اور صحابہ نے انھیں گوارا بھی کرلیا ہو۔ مشرکانہ تماثیل جبکہ وہ اہانت کی جگہ پر نہ ہوں، سب علما وفقہا کے نزدیک ممنوع ہیں، اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ تماثیل تزیین و آرایش ہی کے لیے تھی، جیسا کہ بادشاہوں کے درباروں میں اکثر ہوتا ہے، اور اگر ان میں شرک کا کوئی پہلو کسی درجے میں تھا بھی تو موحدین کی غالب تلوار نے انھیں محل اہانت میں لا کھڑا کیا تھا، ورنہ صحابہ انھیں گوارا کرنے والے نہ تھے، جیسا کہ اوپر ہم دیکھ چکے ہیں کہ صحابہ تماثیل والے کلیساؤں میں داخل نہ ہوا کرتے تھے۔

مولانا شبلی نعمانی ''الفاروق'' میں ''قادسیہ کی جنگ اور فتح'' کے تحت انھی تماثیل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے فقہا کو تعجب ہوگا کہ حضرت سعد نے باوجود کہ اکابر صحابہ میں سے تھے اور برسوں رسالت مآب کی صحبت میں رہے تھے، عالم گیر و محمود کی تقلید نہیں کی، بلکہ ایوان میں جس قدر مجسم تصویریں تھیں، سب برقرار رہنے دیں۔

مولانا شبلی نے انھیں ممنوع تماثیل سمجھ کر، صحابہ کے بارے میں جس خیال کا اظہار کیا ہے، ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے۔

نتیجہ

ان تاریخی حوالوں کو بھی دیکھ لیجیے، صاف محسوس ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کے نزدیک یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا کہ جان دار کی تصویر حرام اور بے جان کی حلال ہے۔ ہمارے علماے کرام نے تصویر کے بارے میں صحابۂ کرام کے اس رویے کو ''تصویر میں استثنا'' سے متعلق قرار دیا ہے، لیکن یہ محض ایک تکلف ہے۔ بٹن اور انگوٹھیوں پر بنائی جانے والی تصاویر بس زیب و زینت کے لیے ہوا کرتی ہیں اور اس بات کا کیا سوال کہ صحابہ محض زیب و زینت کی خاطر ممنوع تصاویر (خدا کی تخلیق کی نقل) کو گوارا کرتے ہوں گے اور ان تصاویر کے معاملے میں وہ رخصت کی جگہ پر کھڑے ہوں گے۔ سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ یہ تصاویر ممنوع ہی نہیں تھیں، جیسا کہ ہم نے پچھلے صفحات میں اس پر تفصیلاً بحث کی ہے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تصویر کے معاملے میں تابعین کا کیا نقطۂ نظر اور کیا عمل رہا ہے۔

تصویر کے بارے میں فہم تابعین

تصویر کے بارے میں فہم تابعین کے حوالے سے جب ہم روایات کو دیکھتے ہیں، تو درج ذیل روایات ہمارے سامنے آتی ہیں:

پہلی روایت

حدثنا لیث قال دخلت علی	''لیث رحمہ اللہ نے ہم سے بیان کیا کہ وہ
سالم بن عبد اللّٰہ وھو متکئٌ	سالم بن عبداللہ کے پاس گئے جبکہ وہ (سالم)
علی وسادۃ فیھا تماثیل طیر	ایک ایسے تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے،
ووحش فقلت الیس یکرہ ھذا	جس پر پرندوں اور وحشی جانوروں کی تصویریں
قال الا انما یکرہ ما نصب نصبا.	بنی ہوئی تھیں۔ وہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا

(مسند احمد، رقم ۶۲۹۰)

کہ کیا (تکیے وغیرہ پر) ایسی تصاویر مکروہ نہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں، مکروہ تو بس وہ تصاویر ہیں، جو استھانوں پر نصب کی جاتی ہیں۔‘‘

تجزیہ

حضرت سالم بن عبداللہ تابعی کے عمل کو دیکھیے، وہ وحشی جانوروں اور پرندوں کی تصاویر والے ایک تکیے پر اطمینان سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، لیث رحمہ اللہ آتے اور پوچھتے ہیں، تصاویر والے تکیے کا یہ استعمال کیا مکروہ نہیں ہے، وہ بتاتے ہیں کہ یہ تصویریں ممنوع نہیں ہیں، البتہ وہ ممنوع ہیں جو استھانوں پر گاڑی جاتی ہیں۔

نتیجہ

تابعین کے نزدیک بھی وہی تصاویر ممنوع تھیں جو مظہر شرک ہوتی ہیں۔

دوسری روایت

عن ابراهيم قال لا باس بالتمثال فى حلية السيف؛ ولا باس بها فى سماء البيت: انما يكره منها ما ينصب نصباً؛ يعنى الصورة.

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۵۲۰۷)

’’ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ تلوار پر بنائے جانے والے نقش و نگار میں تماثیل یعنی تصاویر بنانے میں کوئی حرج نہیں اور نہ (کمرے کی) چھت میں تصاویر بنانے میں کوئی حرج ہے۔ ناپسندیدہ تصاویر تو وہ ہیں جو استھانوں پر گاڑی جاتی ہیں، یعنی (عام نہیں، بلکہ) خاص تصاویر۔‘‘

نتیجہ

یہ ابراہیم بن یزید بن قیس النخعی مشہور تابعی کا تصویر کے بارے میں فہم ہے۔ ان کے اس قول سے بھی یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صرف وہی تصاویر ممنوع ہیں جو مظہر شرک ہیں۔

تصویر کے بارے میں تابعین کا عمل

حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل تابعی کے پاس ایک انگوٹھی تھی، جس پر ایک شیر کی تصویر تھی۔ عبداللہ کا یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انگوٹھی پہنی تھی[16]۔

تجزیہ

صحابۂ کرام کے عمل کے بعد عبداللہ بن محمد بن عقیل تابعی کے اس عمل کو بھی دیکھ لیجیے۔ صاف محسوس ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کی طرح تابعین کے ہاں بھی یہ بات نہیں پائی جاتی تھی کہ جان دار کی تصویر حرام اور بے جان کی حلال ہے۔

نتیجہ

تابعین کا عمل بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی وہی تصاویر ممنوع تھیں جو مظہر شرک ہوتی تھیں۔

قدیم شرائع میں تصویر

حرمت تصاویر کی علت اگر ان کا مظہر شرک ہونا ہے تو ظاہر ہے کہ شرک تو سب امتوں میں حرام رہا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ (مشرکانہ) تصاویر بھی سبھی امتوں میں اسی طرح حرام رہی ہوں، جیسے ہماری امت میں حرام ہیں۔ چنانچہ دیکھیے کہ تورات میں باقاعدہ سختی کے ساتھ یہ حکم دیا گیا:

---

[16] المصنف عبدالرزاق، رقم ۱۹۴۶۹۔

’’میں خداوند تیرا خدا ہوں، جو تجھ کو ملک مصر یعنی جائے غلامی سے نکال لایا۔ تیرے لیے میرے حضور کوئی دوسرا معبود نہ ہو۔ تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی چیز یا کسی چیز کی صورت، جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین میں یا زمین کے نیچے کے پانی میں ہے، مت بنانا۔ تو ان کو سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی خدمت کرنا، کیونکہ میں خداوند تیرا خدا، خدائے غیور ہوں۔‘‘ (خروج ۲۰:۲-۶)

’’تم اپنے لیے بت یا گھڑی ہوئی مورتیں نہ بناؤ، نہ اپنے لیے ستون کھڑے کرو، اور نہ اپنی زمین میں کوئی نقش دار پتھر رکھو، جس کے سامنے تم سجدہ کرو۔ کیونکہ میں خداوند تمھارا خدا ہوں۔‘‘

(احبار ۲۶:۱-۲)

’’ایسا نہ ہو کہ تم بگڑ جاؤ، اور اپنے لیے کوئی گھڑی ہوئی مورت، کسی صورت کے مشابہ، مرد یا عورت کی بناؤ۔ یا کسی ایسے حیوان کی شکل[۱۷] جو زمین پر ہے، یا ایسے پردار جانور کی شکل جو آسمان میں اڑتا ہے، یا کسی چیز کی شکل جو زمین پر رینگتی ہے یا کسی ایسی مچھلی کی جو زمین کے نیچے پانی میں ہے، ایسا نہ ہو کہ تو اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائے اور سورج اور چاند اور ستاروں کو یعنی سب آسمانی لشکر کو دیکھ کر، جن کو خداوند تیرے خدا نے آسمان کے نیچے کی سب قوموں کی خدمت کے لیے بنایا، تو دھوکا کھائے اور ان کو سجدہ کرے اور ان کی خدمت کرے... پس اپنے آپ میں خبردار رہو کہ تم خداوند اپنے خدا کا عہد جو اس نے تمھارے ساتھ کیا بھول نہ جاؤ۔ اور اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت اس چیز کی نہ بناؤ، جس سے خداوند تیرے خدا نے تجھے منع کیا ہے، کیونکہ خداوند تیرا خدا بھسم کرنے والی آگ ہے، وہ غیور خدا ہے۔‘‘

(تثنیہ شرع ۴:۱۶-۱۹، ۲۳-۲۴)

یہ تورات ہے۔ ہم اس میں دیکھتے ہیں کہ بہت وضاحت اور بڑی صراحت کے ساتھ مشرکانہ تصاویر ہی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ تصاویر کے حوالے سے اس میں یہی بات موجود ہونی چاہیے تھی، کیونکہ شرک تو ہر امت میں ممنوع رہا ہے۔

۱۷؎ جیسے نوح علیہ السلام کی قوم میں ودّ دیوتا کو مرد کی صورت پر، سواع کو عورت کی صورت پر، یغوث کو شیر کی صورت پر، یعوق کو گھوڑے کی صورت پر اور نسر کو گدھ کی صورت پر بنایا گیا تھا۔

خلاصہ

اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تصویر کے بارے میں یہ نقطۂ نظر درست نہیں ہے کہ جان دار کی تصویر ناجائز اور بے جان کی جائز ہے۔

چنانچہ صحیح نقطۂ نظر یہ ہے کہ ہر وہ تصویر ناجائز ہے، جو کسی بھی درجے میں مظہر شرک ہے۔ یہی بات قرآن مجید کی واضح رہنمائی سے ہمارے سامنے آتی اور یہی احادیث صحیحہ سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ صحابہ اور تابعین کا فہم بھی یہی حکم لگاتا اور ان کا عمل بھی اسی کے مطابق دکھائی دیتا ہے۔ یہی بات قدیم آسمانی مذاہب میں پائی جاتی ہے۔ قرآن وحدیث میں تصاویر پر جتنی تنقید بھی کی گئی ہے، وہ سب مشرکانہ تصاویر کے حوالے سے ہے۔ عام نوعیت کی تصاویر کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ وہ تصاویر جن میں شرک کے علاوہ کوئی اور دینی یا اخلاقی خرابی پائی جاتی ہے، وہ بھی دینی طور پر بالکل ممنوع ہیں، لیکن تصویر پر بحیثیت تصویر، خواہ وہ جان دار کی ہو یا بے جان کی، دین کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ خدا کا دین تصویر بنانے کو صرف اور صرف اس وقت ممنوع قرار دیتا ہے، جب اس میں کوئی دینی یا اخلاقی خرابی پائی جاتی ہو۔

تصویر کے بارے میں ہمارے ہاں جو موقف پایا جاتا ہے، اس میں کیا غلطی اور کیا تضاد ہے، وہ کس طرح قرآن مجید کی رہنمائی اور احادیث رسول کی ہدایت سے ہٹا ہوا ہے اور پھر اس سلسلے میں قرآن وحدیث کی ہدایت اور رہنمائی اصل میں کیا ہے، صحابہ نے اسے کیا سمجھا اور اس پر کیا عمل کیا، یہ سب کچھ واضح کرنے کے بعد اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ تصویر ہی کے حوالے سے بعض اہم سوالات زیر بحث لائے جائیں۔

تصویر کے حوالے سے چند اہم سوالات

۱۔ فطرت انسانی میں فنون لطیفہ کی کیا بنیاد ہے؟

۲۔فنون لطیفہ کیسے وجود میں آئے اوران کا ظہور کن شکلوں میں ہوا؟

۳۔فنون لطیفہ کے بارے میں اسلام کا رویہ کیا ہے؟ کیا وہ ان کو بس گناہ اور شر ہی قرار دیتا ہے؟

۴۔انسان کے کن فطری جذبوں نے فن مصوری کو وجود بخشا ہے؟

۵۔تاریخ کے آئینے میں ہم فن مصوری کا کیا استعمال دیکھتے ہیں؟

۶۔دنیا میں مذہب کے حوالے سے ہم فن مصوری کا کیا استعمال دیکھتے ہیں؟

۷۔مشرک قوموں میں فن مصوری سے دل چسپی کی کیا نوعیت رہی ہے؟

۸۔اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں فن مصوری کے ترقی پانے کی کیا وجہ ہے؟

۹۔احادیث میں تصویر کے بارے میں یکسر منفی رویے کی کیا وجہ ہے؟

۱۰۔دور جدید میں تصویر کا غالب استعمال کیا ہے؟

۱۱۔تصویر کے حوالے سے دین اسلام کا موقف کیا ہے؟

۱۲۔کیا مقدس افراد یا اشیا کی تصاویر بنانا جائز ہے؟

۱۳۔کیا کوئی مسلمان فن مصوری کو اختیار کر سکتا ہے؟

ان سوالات پر اب ہم ترتیب کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔

فطرت انسانی میں فنون لطیفہ کی کیا بنیاد ہے، اس سوال کا تفصیلی جواب جاننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے خاص اسی حوالے سے ہم انسان کی فطرت، اس کے وجود کی ساخت اور اس کے تقاضوں کو سمجھیں۔

انسان کی فطرت

انسان اپنی فطرت میں ایک معاشرتی وجود ہے۔ خدا نے اسے اس دنیا میں پیدا ہی اس طرح سے کیا ہے کہ وہ لازماً، ایک معاشرت وجود میں لائے۔ انسانی معاشرت دراصل، انسان کے اپنے وجود کے تقاضوں کی نمود ہے۔

انسان کے وجود کی ساخت

انسان اپنے ظاہری وجود کے ساتھ ساتھ ایک باطنی وجود بھی رکھتا ہے۔ اس کا وہ جسمانی وجود جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، وہ اس کا ظاہری وجود ہے۔ اس وجود کے اندر ایک شخصیت یا ایک ذات پائی جاتی ہے، جس کا مشاہدہ ہم آنکھوں سے تو نہیں کر سکتے، لیکن ہم وجدان کی یقینی شہادت سے اسے جانتے اور مانتے ہیں۔ یہ اس کا باطنی وجود ہے۔ قرآن مجید انسان کے اس باطنی وجود کے لیے نفس کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کا ایک جسمانی وجود ہے اور ایک اس کا نفسی وجود۔

انسان کے وجود کے تقاضے

انسان کا جسمانی اور نفسی، دونوں وجود اپنے اپنے تقاضے رکھتے ہیں۔ مثلاً ہوا، پانی، غذا اور آرام انسان کے جسمانی وجود کے تقاضے ہیں، اسی طرح درجۂ حرارت اور روشنی کے حوالے سے ایک مناسب ماحول بھی اس کے جسمانی وجود ہی کا تقاضا ہے۔ یہ تقاضے اگر پورے نہ ہوں تو انسان کے جسمانی وجود کی بقا ممکن نہیں رہتی۔ انسان کے باطنی یعنی اس کے نفسی وجود کو دیکھیے، یہ اس کے جسمانی وجود کی نسبت نہ صرف یہ کہ زیادہ لطیف ہے، بلکہ یہ اپنے کئی مختلف پہلو رکھتا ہے۔ اس نفسی وجود ہی کا ایک پہلو وہ ہے، جسے انسان کا روحانی وجود کہا جاتا ہے[18]، اسی کا ایک اور پہلو وہ ہے، جسے انسان کا اخلاقی وجود کہا جاتا ہے، اس اخلاقی وجود ہی کو ہم ضمیر کہتے ہیں اور اس کا ایک پہلو وہ بھی ہے، جسے ہم انسان کا ذہنی وجود کہتے ہیں۔ یہ روحانی، اخلاقی اور ذہنی وجود، دراصل اس کے نفسی وجود ہی کے مختلف پہلو ہیں، یہ اس سے الگ کوئی چیز نہیں ہیں۔

نفسی وجود کے یہ سب پہلو اپنے اپنے تقاضے رکھتے ہیں۔ مثلاً انسان کے نفسی وجود کا وہ پہلو جسے روحانی وجود سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا تقاضا خدا کی عبادت اور اس کی یاد ہے[19] اور اس کے

۱۸؎ اس کا یہی پہلو اس کا اصلی اور بنیادی پہلو ہے۔

۱۹؎ 'الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب' (آگاہ رہو، دل اللہ کی یاد ہی سے اطمینان پاتے ہیں)۔ (الرعد ۱۳: ۲۸)

نفسی وجود کا وہ پہلو جسے اس کا اخلاقی وجود یا ضمیر کہا جاتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اخلاقی زندگی گزارے[۲۰] یعنی اپنی زندگی میں وہ اخلاقی اصولوں کی پاس داری کرے، اسی طرح اس کے نفسی وجود کا وہ پہلو جسے ہم نے اس کا ذہنی وجود قرار دیا ہے، اس کا ایک اہم تقاضا طبعی اور فطری ذوق کی تسکین ہے۔ انسان کی طبیعت اور اس کی فطرت کوئی بسیط چیز نہیں۔ یہ اپنی جگہ پر کئی پہلو رکھتی ہے۔ چنانچہ ان سب پہلوؤں میں انسان اپنے ذوق کی تسکین چاہتا ہے۔ انسان کے جسم کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اسے پانی اور خوراک چاہیے، لیکن اس کا یہ طبعی ذوق اس سے یہ کہتا ہے کہ پانی خوش گوار اور خوراک خوش ذائقہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ یہ اس کا طبعی ذوق ہی ہے، جس کی وجہ سے وہ پھول میں رنگ اور خوشبو چاہتا، نظارے میں حسن و جمال کا طلب گار ہوتا اور آواز میں سر اور لَے کی خواہش رکھتا ہے اور اپنے اسی ذوق کی وجہ سے وہ کلام میں حکمت و دانائی کو پسند کرتا ہے۔ اس کا یہ ذوق کوئی معمولی چیز نہیں، یہ خدا کا تخلیق کردہ ہے اور دیکھیے، خدا اپنی تخلیق کا کتنا خیال رکھتا ہے۔ اس نے انسان کو بسانے کے لیے جو دنیا بنائی ہے، کیسی خوب صورت بنائی ہے۔ طبیعت کے اسی ذوق کی خاطر یہاں رنگ اور خوشبو بھی ہے، شفق اور آب جو بھی، چاند اور تارے بھی، پھول اور شبنم بھی، نغمہ اور صبا بھی، دھنک اور گھٹا بھی۔ خدا اگر چاہتا تو ان میں سے کچھ بھی نہ بناتا، لیکن اس نے یہ سب کچھ بنایا ہے۔ آگے بڑھیے، اس نے انسان کے جسم کا تقاضا پورا کرنے کے لیے صرف وہ غذا ہی پیدا نہیں کی، جس میں حیات بخش جوہر موجود ہوں، بلکہ دنیا میں طرح طرح کی خوش ذائقہ غذاؤں کے انبار لگا دیے۔ جسم کی زندگی کے لیے ہوا ضروری تھی، لیکن اس نے صرف ہوا ہی پیدا نہیں کی، صبا اور باد چمن کو بھی وجود بخشا۔ دوسرے کی بات سننے کے لیے قوت سماعت دی اور سننے کے لیے کیا کچھ پیدا کر دیا۔ بلبل کا نغمہ، کوئل کی کوک، آبشاروں کا جل ترنگ اور بیابان کی خاموشی۔

۲۰؎ 'و نفس و ما سوّٰها، فالهمها فجورها و تقوٰها، قد افلح من زكّٰها، و قد خاب من دسّٰها' (اور گواہی دیتا ہے نفس، اور جیسا اسے سنوارا۔ پھر اس کی نیکی اور بدی اسے سجھا دی کہ مراد کو پہنچ گیا وہ، جس نے اس کو پاک کیا، اور نامراد ہوا وہ، جس نے اسے آلودہ کیا)۔ (الشمس ۹۱: ۷-۱۰)

کس لیے؟ اسی طبعی ذوق کی تسکین کے لیے۔ خدا نے آواز کو سر اور لے کیوں عطا کی، پھول کو رنگ اور خوشبو کس لیے دی؟ ابلتے چشموں اور آب رواں کو منظر کیوں ٹھہرایا، چمن، گھٹا اور برستے پانیوں کو نظارہ کیوں بنایا، اسی ذوق کی تسکین کے لیے۔ علم انسان کی ایک اہم ضرورت ہے، لیکن یہ ایک خشک چیز ہے، اس کے لیے اسلوب بیان کی چاشنی پیدا کی۔ تعمیل حکم نفس پر گراں تھی، اسے حکمت کی روح سے مرغوب بنایا۔ دنیا میں یہ سب کس لیے کیا گیا، اسی طبعی ذوق کی تسکین کے لیے، جو ہمارے نفسی وجود کے ذہنی پہلو کا ایک اہم تقاضا ہے۔ خدا ہم سے جس جنت کا وعدہ کرتا ہے، اس کی بات جب وہ کرتا ہے، انسان کے اسی ذوق کو انگیخت کرتا اور اس کے رخش نفس کو یہیں سے مہمیز کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کے اوصاف یہ ہیں، اس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اس کے باغوں کے پھل کبھی ختم نہ ہوں گے، اس کے درختوں کے سایے ہمیشہ رہیں گے... اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس میں بو نہ ہوگی، ایسے دودھ کی نہریں ہیں، جس کا مزہ نہیں بدلے گا، اس میں ایسی شراب کی نہریں ہیں، جو پینے والوں کے لیے سراسر لذت ہے، اس میں ایسے شہد کی نہریں ہیں، جو حلاوت ہی حلاوت ہے، اور ان کے لیے وہاں سبھی پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔'' (الرعد ۱۳: ۳۵- محمد ۴۷: ۱۵)

ان آیات میں انسان کے کس ذوق کی تسکین پیش نظر ہے، اسی طبعی ذوق کی تسکین جو ہمارے نفس کے ذہنی پہلو کا تقاضا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں یہ بتایا کہ عورت اور خوشبو، میرے نزدیک دنیا کی پسندیدہ چیزوں میں سے ہیں تو آپ نے انھیں انسان کے کس ذوق کی تسکین کا سامان قرار دیا۔ اسی طبعی ذوق کی تسکین کا۔

خدا نے سورج اور چاند بنائے، انسان نے چراغ اور آئینہ بنایا۔ خدا نے سبزہ اور درخت بنائے، انسان نے کھیت اور باغ بنائے، خدا نے پہاڑ اور وادیاں بنائیں، انسان نے عمارتیں اور بستیاں بسائیں، خدا نے کوئل اور عندلیب پیدا کیں، انسان نے سارنگی اور نے بنائیں، خدا نے

شے اور منظر بنایا، انسان نے تمثال اور تصویر بنائی۔ خدا نے اپنی کائنات میں انسان کے حس ذوق کو انگیخت کیا، انسان نے اس کی تسکین کے لیے، جو فنون ایجاد کیے، دنیا انھیں فنون لطیفہ کے نام سے جانتی ہے۔فن مصوری انھی میں سے ایک ہے۔ گویا یہ فن بھی انسان کے خداداد طبعی ذوق ہی سے وجود پذیر ہوا ہے۔

اب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں کہ فنون لطیفہ کیسے وجود میں آئے اور ان کا ظہور کن شکلوں میں ہوا؟

فنون لطیفہ ــــ انسان کے طبعی ذوق کا ظہور

انسان کی طبیعت میں شروع ہی سے حسن کی طلب اور تخلیق کی امنگ پائی جاتی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی ضرورت کے لیے جو کچھ بھی بنایا خوب صورت اور موزوں بنایا اور پھر یہی نہیں، بلکہ اسے نقش ونگار سے آراستہ بھی کیا۔ انسان کا یہ طبعی ذوق آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور باقاعدہ کچھ فنون کو جنم دینے کا باعث بن گیا۔

ایک دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو یہ فنون لطیفہ دراصل،صنعتوں کی وہ اعلیٰ شکلیں ہیں، جنھیں انسان کے ذوق،محنت اور اولوالعزمی نے صنعتوں سے الگ اور ان سے برتر مرتبہ دے دیا ہے۔صنعتوں کے وجود میں آنے کا مقصد تو انسان کی مادی ضروریات پوری کرنا اور اسے سہولت فراہم کرنا تھا جبکہ فنون لطیفہ کے وجود میں آنے کا مقصد انسان کے طبعی ذوق کی تسکین تھی۔ یہ فنون انسان کے جذبات،احساسات اور اس کی واردات قلبی کو ایسی زبان اور ایسے رنگ میں بیان کرنے کا ذریعہ تھے، جو اس کے اس طبعی ذوق کی تسکین کا باعث تھا۔شاعر نے موزوں الفاظ کے ذریعے سے اپنی کیفیت بیان کی،موسیقار نے دل کی بات ساز اور آواز کے ذریعے سے کہی،مصور نے رنگ اور برش کی زبان میں بات کی۔ سنگ تراش نے پتھر کو قوسیں،نوک اور زاویے دے کر اپنا مافی الضمیر بیان کیا۔ بیان اور اظہار کا یہ اسلوب انسان کو بہت بھایا۔یہی وجہ ہے کہ یہ فن انسان کے ہاں بہت مقبولیت حاصل کر گئے۔

فنون لطیفہ کا ذوق اور صلاحیت انسان میں کسی تہذیب کی پیدا کردہ نہیں تھی، بلکہ یہ اسے قدرت کی جانب سے ملی تھی اوراس کی سرشت میں موجود تھی۔ چنانچہ وہ جب اسے بروے کار لایا، تواس نے اپنے اس طبعی ذوق کی تسکین کے لیے حسن کا جو معیار قائم کیا، وہ بھی اپنی طرف سے نہیں تھا، بلکہ قدرت ہی کا طے کردہ معیارِ حسن تھا۔ اس حسن کا مشاہدہ اس نے قدرت کے نمونوں میں کیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے عظمت کے لیے پہاڑوں کو معیار بنایا، وسعت کے لیے میدانوں کو، سجاوٹ کے لیے پھول اور پتیوں کو۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان پہاڑوں، میدانوں، پھولوں اور پتیوں نے ہی اس کے طبعی ذوق کے شعلے کو پہلے پہل بھڑکایا تھا۔ چنانچہ یہی اس کے لیے معیارِ حسن بھی ٹھیرے۔ یہ ان فنون کی ابتدا تھی، اس کے بعد انسان کی محنت، لگن اور اولوالعزمی نے اسے ان فنون میں کمال پر پہنچا دیا[۲۱]۔

ان فنون لطیفہ میں شاعری، موسیقی، مصوری، سنگ تراشی اور فن تعمیرات کو شامل کیا جاتا ہے۔ سادہ تر صورت میں دیکھیں تو یہ سب فنون محض انسان کے فطری ذوق کا اظہار اوراس کی تسکین تھے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ فنون لطیفہ کے بارے میں اسلام کا کیا رویہ ہے؟ کیا وہ ان کو فی نفسہٖ گناہ اور شر قرار دیتا ہے؟

فنون لطیفہ کے بارے میں اسلام کا رویہ

قرآن مجید اور احادیث کے پورے ذخیرے میں ایسی کوئی بات بھی ہمیں نہیں ملتی، جس سے یہ معلوم ہو کہ خدا اور اس کے رسول نے اس طبعی ذوق کے اظہار اوراس کی تسکین سے انسان کو روکا ہے۔ مذہب انسان کو نہ بلبل کا نغمہ سننے سے روکتا ہے، نہ کوئل کی کوک اس کے لیے حرام ٹھیراتا ہے، نہ دف بجانے کو ممنوع قرار دیتا ہے، نہ انسانی کلام میں قافیے، ردیف اور اوزان کی پابندی کرنے پر اسے کوئی اعتراض ہے، نہ اسے اس پر کچھ کہنا ہے کہ انسان اپنے ہاتھ میں رنگ اور برش کیوں پکڑتا ہے، کسی دیوار پر کوئی خط کیوں کھینچتا ہے اور کسی خیال یا شے کو تصویری وجود کیوں دیتا ہے یا

[۲۱] تاریخ تمدن ہند سے ماخوذ۔

کسی پتھر کو وہ تیشے سے کیوں تراشتا ہے۔ ان میں سے کوئی مسئلہ بھی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر یہ مذہب کے مسائل ہوتے اور یہ سب کچھ غلط ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ دف بجانے کی اجازت دیتے، نہ آپ کے حضور میں شعر پڑھے جاتے، نہ داؤد علیہ السلام پہاڑوں کے دامن میں خدا کے لیے نغمہ زن ہوتے، نہ سلیمان علیہ السلام جنات سے محاریب وتماثیل بنواتے اور نہ وہ شان دار ہیکل ہی تعمیر کراتے، جسے دیکھ کر ملکۂ بلقیس دنگ رہ گئیں اور جس پر خدا نے انھیں اپنا شکر ادا کرنے کو کہا۔

مذہب خدائے حکیم وجمیل کی بات ہے۔ اسے نہ حسین پھول سے نفرت ہوسکتی ہے، نہ خوب صورت شاعری سے، نہ دل کش تمثال سے، نہ آواز دف سے، نہ صدائے نَے سے۔

فنون لطیفہ کے حوالے سے جب ہم مذہب کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ مذہب فنون لطیفہ کو فنون قرار دیتے ہوئے، ان کے بارے میں، بس ان کے استعمال ہی کے حوالے سے حکم لگاتا ہے۔

فنون لطیفہ کے استعمال کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

پہلی یہ کہ انسان ان فنون کو خدا کے لیے خاص کر دے، اس صورت میں یہ عبادت بن جاتے ہیں۔ آپ دیکھیے داؤد علیہ السلام جب دامن کوہ میں بیٹھے خدا کے نغمے الاپتے تھے تو انسان کا وہی طبعی ذوق، جو ان فنون لطیفہ کی شکل میں اپنا ظہور کرتا ہے، وہ خدا کی عبادت میں محو ہوتا تھا۔ چنانچہ خدا نے پہاڑوں اور پرندوں کو کہہ دیا تھا کہ میرے اس بندے کی لَے میں لَے ملاؤ۔ نغمات داؤد کیا تھے، یہ خدا کی حمد اور اس سے کی گئی مناجات پر مشتمل گیت تھے۔ ان گیتوں میں حمد اور مناجات ہونے کے ساتھ اہم خصوصیت جو پائی جاتی تھی، وہ لَے اور لحن ہی کی خصوصیت تھی اور اسی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو یہ حکم دیا تھا: 'یا جبال اوبی معه و الطیر' (سبا ۳۴: ۱۰) (اے پہاڑو اور اے پرندو، تم بھی داؤد کے ساتھ (لَے میں لَے ملاتے ہوئے) تسبیح کرو)۔ داؤد علیہ السلام کا کمال اور ان کی خوبی یہ تھی کہ انھوں نے خدا کی اس خاص عطا کو خدا ہی کے لیے خاص

کر رکھا تھا۔

تصاویر و تماثیل کے حوالے سے آپ ہیکل سلیمانی میں موجود تماثیل کو دیکھیے۔ قرآن مجید میں ان تماثیل کا ذکر بہت مثبت انداز میں کیا گیا ہے۔ وہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یہ تماثیل اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کے حکم سے بنائی گئی تھیں۔ خوب صورت، حیران کن اور پر شکوہ عمارات کے حوالے سے آپ اسی ہیکل سلیمانی کو دیکھیے، جس کے ایک حصے میں پانی کے اوپر شیشے کا فرش بچھایا گیا تھا۔ یہ سب کام خدا کے نبی نے کرائے تھے۔ قرآن مجید میں جہاں انھیں بیان کیا گیا ہے، وہاں اس کے ساتھ یہ حکم بھی موجود ہے کہ 'اعملوا آل داؤد شکراً، وقلیل من عبادی الشکور' (سبا ۳۴: ۱۳) (اے آل داؤد، شکر گزاری کے ساتھ عمل کرو، میرے بندوں میں سے کم ہی شکر گزار ہیں)۔ یہ الفاظ اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ آل داؤد کا یہ سب کچھ بنوانا، خدا کے فضل سے تھا، چنانچہ اس پر اللہ نے انھیں اپنا شکر بجالانے کا حکم دیا۔

عبادت کے حوالے سے فنون لطیفہ کے ایک اور استعمال کو دیکھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'زینوا القرآن باصواتکم' (بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی الماہر بالقرآن)، (قرآن کو اپنی آوازوں (کی خوب صورتی) کے ساتھ مزین کرو)، یعنی خدا کے کلام کو خدا ہی کی دی ہوئی خوب صورت آوازوں سے آراستہ کرو اور کانوں کے لیے پر کشش بناؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات یقیناً اسی لیے کہی ہے کہ انھیں اور ان کے رب کو خوب صورت آواز اچھی لگتی ہے۔

فنون لطیفہ کے استعمال کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ انسان ان کو محض حظ اٹھانے کے لیے استعمال کرے۔ دین میں فنون لطیفہ کے استعمال کی یہ صورت مباح ہے، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عید وغیرہ کے مواقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر میں دف بجائی گئی تو آپ نے نہ صرف یہ کہ اس سے منع نہیں کیا، بلکہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دف بجانے والی بچیوں کو منع کرنا چاہا تو آپ نے انھیں منع کرنے سے روک دیا۔

فنون لطیفہ کے استعمال کی تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ انسان انھیں کسی جرم اور شر کے لیے

استعمال کرے یا ان سے شیطان کی اطاعت اور اس کی خدمت پیش نظر ہو۔ظاہر ہے، دین فنون لطیفہ کے اس استعمال کو بالکل گوارا نہیں کرسکتا۔

چنانچہ جب تصاویر و تماثیل ایمان اور اخلاق کی بربادی کا ذریعہ بن جائیں، آلات موسیقی شیطان کی خدمت کا وسیلہ قرار پائیں، عمارات کی شان و شوکت طبیعت کی سرکشی کا باعث بنے، شعر وشاعری حق اور باطل کی تمیز کیے بغیر ہر وادی میں سرگردانی کی راہ بن جائے تو مذہب ان پر قدغن لگاتا ہے، پھر کسی کو وہ مکروہ اور کسی کو حرام قرار دیتا ہے، چنانچہ اس صورت میں یہ فنون جہنم کے لیے زادراہ بن جاتے ہیں۔

مذہب فنون لطیفہ کو فی نفسہٖ پسند کرتا ہے، جب تک کہ یہ خود اس کی بربادی پر آمادہ نہ ہوں۔ لیکن جب یہ اس کی جڑیں کھودنا اور اسے برباد کرنا چاہیں تو پھر وہ ان پر سخت گرفت کرتا ہے۔

فنون لطیفہ کے بارے میں اس اصولی بحث کے بعد اب ہم زیر بحث اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ انسان کے کن فطری جذبوں نے فن مصوری کو وجود بخشا ہے۔

فن مصوری کے فطری محرک جذبے

مصوری بنیادی طور پر انسان کے تین فطری جذبوں کی تحریک سے وجود میں آئی ہے۔ان میں سے پہلا انسان کے اندر پایا جانے والا محاکات کا فطری جذبہ ہے۔انسان جب کسی چیز کو دیکھتا ہے تو طبعی طور پر اس کی نقل کا ایک جذبہ اس میں پیدا ہوتا ہے۔اس کی عام مثال یہ ہے کہ ہم بعض لوگوں کو دوسرے آدمی کی آواز یا اس کے اسلوب کی نقل اتارتے ہوئے دیکھتے ہیں۔اسی طرح بعض لوگ پرندوں کی بولی کی نقل اتارتے ہیں۔اس سے ان کے پیش نظر کوئی بڑا مقصد نہیں ہوتا، وہ اس سے محض حظ اٹھاتے ہیں، لیکن یہی جذبہ انسان کی کئی اہم ضرورتوں کو پورا کرنے کا ذریعہ بھی ہے، مثلاً سیکھنے سکھانے کا عمل اسی کا مرہون منت ہے، ذرا دقت نظر سے دیکھیں تو اسی جذبے کے استعمال میں انسان کے تمدن اور اس کی ترقی کا راز پنہاں ہے۔

انسان نے درندوں کو بھٹ اور پرندوں کو گھونسلے بناتے دیکھا تو اس کے ذہن میں ان کی نقل

کرتے ہوئے اپنے لیے گھر بنانے کا خیال آیا۔ اس نے پہلے پہل اپنے لیے ایک کٹیا بنائی، لیکن پھر وقت کے ساتھ وہ ایسی ایسی عظیم الشان عمارتیں تعمیر کرنے لگا کہ آج وہ خود انھیں دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ اس نے پرندوں کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا تو دل میں اڑنے کی خواہش پیدا ہوئی، پھر پرندوں کی نقل کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہوائی جہاز، طیارے اور راکٹ وجود میں آ گئے۔ انسان اسی جذبے کے تحت دوسری تہذیب وتمدن سے چیزیں اخذ کرتا اور ان سے اپنی تہذیب اور اپنے تمدن کو ترقی دیتا ہے۔ نقل کا یہ جذبہ انسان کے بہت قیمتی جذبوں میں سے ہے۔ انسان زندگی کی راہ میں جب اپنی منزلوں کی طرف بڑھتا ہے تو یہ ضرور دیکھتا ہے کہ اس کے پیش رووں نے یہ سفر کیسے طے کیا تھا تاکہ ان کی نقل کرتے ہوئے وہ بھی اپنے سفر کو آسان بنائے۔

انسان کے اندر پائے جانے والے محاکات کے اسی جذبے نے فن مصوری کے لیے ایک فطری محرک کے طور پر کام کیا ہے۔

فن مصوری کے لیے دوسرا محرک بقا کا وہ جذبہ ہے جو انسان کے اندر اپنی ذات اور اپنے ماحول کے لیے پایا جاتا ہے۔ یہ جذبہ دراصل، جنت کی طلب کے لیے ہے۔ انسان ابدی جنت کی تمنا اپنے اسی فطری جذبے کی بنا پر کرتا ہے۔ اگر یہ جذبہ موجود نہ ہوتو انسان ابدی دنیا کی آرزو کر ہی نہیں سکتا۔

دنیا میں اسی جذبے کی وجہ سے انسان اپنی تاریخ کو محفوظ رکھنے کی سعی کرتا ہے۔ وہ ایک ایک واقعے اور ایک ایک داستان کو محفوظ کر لینا چاہتا ہے تاکہ اس کا ماضی دنیا میں موجود اور باقی رہے۔ کسی واقعے کے لیے یادگار کے طور پر عمارت بنانے میں بھی یہی جذبہ کارفرما ہے۔ اہم شخصیات کی موت کے بعد ان کی یاد کو باقی رکھنے کے لیے انسان اسی جذبے کی وجہ سے ان کی تصاویر بناتا، ان کے مجسمے تراشتا اور ان کی زندگی کے ایک ایک واقعے کو قلم بند کرتا ہے۔

فن مصوری کے لیے تیسرا محرک جذبہ یہ ہے کہ انسان ایک جگہ کے انس کو دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتا ہے۔ خدا نے انسان کی مرغوب اشیا اور اس کے پسندیدہ ماحول کو پوری دنیا میں بکھیر دیا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اپنے گھر سے باہر پائی جانے والی ان سینکڑوں اشیا کو، جن کے ساتھ وہ طبعی انس محسوس کرتا ہے، اپنے گھر میں سمیٹ لانا چاہتا ہے۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ خدا نے حسن فطرت کو پوری دنیا میں پھیلا رکھا ہے، کہیں میدانوں کی سرسبزی، کہیں دشت کی وسعت، کہیں پہاڑوں کی بلندی، کہیں گھٹاؤں کا سماں اور کہیں سمندروں کا جلال ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس سارے ماحول کو اپنی محدود دنیا میں اکٹھا کر لے۔

ایک جگہ کے انس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا یہ فطری جذبہ وہ تیسرا محرک ہے، جس نے انسان کو فن مصوری کی طرف دھکیلا ہے۔

مصوری بنیادی طور پر انسان کے ان تین فطری جذبوں کی تحریک سے وجود میں آئی ہے۔ اشیا اور ماحول کے ساتھ اس کے انس نے انھیں سمیٹنے کی خواہش پیدا کی، بقا کے جذبے نے انھیں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لینا چاہا، چنانچہ محاکات کے جذبے نے ان مرغوب اشیا یا اس مانوس ماحول کو برش اور رنگ کی مدد سے کینوس پر ظاہر کر دیا۔

اب ہم اس فن مصوری کے استعمال کو تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہیں تا کہ ہم یہ جان سکیں کہ انسان نے ماضی میں اس فن سے کیا خدمت لی ہے؟

فن مصوری ـــــ تاریخ کے آئینے میں

تاریخی حوالے سے جب ہم مصوری کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حیران کن حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ دنیا کا سارا تصویری آرٹ، دراصل، مذہبی آرٹ ہے۔ قدیم تہذیبوں کے کھنڈرات سے جتنا تصویری آرٹ بھی انسان کے سامنے آیا ہے، وہ سارے کا سارا مذہبی آرٹ ہے۔ کلدانیہ، بابل، مصر، یونان، چین، میکسیکو، پیرو، غرض ہر جگہ آرٹ مذہب ہی سے وابستہ رہا ہے۔

تصویری آرٹ کے مذہبی ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ انسان نے عموماً کسی مذہبی مقصد ہی کے پیش نظر تصاویر بنائی ہیں۔ یعنی تصویر سازی کا وہ فن جو کچھ فطری جذبوں کی بنا پر وجود میں آیا تھا، وہ عام طور پر مذہبی مقاصد ہی کے لیے مختص ہو گیا۔

یہ مذہبی مقاصد کیا تھے؟ یہ ایک اہم سوال ہے، جو ازمنہ قدیم میں تصویر اور تمثال کے اصل استعمال کو واضح کرتا ہے۔ چنانچہ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں مذہب کے حوالے سے دنیا میں فن مصوری کا کیا استعمال نظر آتا ہے؟

فن مصوری کا مذہبی استعمال

جب سے دنیا وجود میں آئی ہے، اس میں انسان نے ہمیشہ بنیادی طور پر دو مذاہب میں سے ایک کو اپنایا ہے۔ ایک مذہب توحید ہے اور دوسرا مذہب شرک۔ مذہب توحید کا اصل مسئلہ خداے واحد کی ذات والا صفات ہے۔ خداے واحد کو ماننے والے[۲۲] ابتدا ہی سے یہ بات سمجھتے تھے کہ ہم خدا کو اپنے تصور میں نہیں لا سکتے۔ انھیں یہ غلط فہمی کبھی لاحق نہیں ہوئی کہ خدا کی شبیہ بنائی جا سکتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہم حال یا ماضی کے کسی دور میں بھی موحدین کے ہاں خدا کی کوئی تصویر یا اس کا کوئی مجسمہ نہیں پاتے۔ یہ موحدین حواس کی گرفت میں نہ آنے والے یعنی نہ دکھائی دینے والے اور نہ محسوس ہونے والے خدا کو مانتے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ جب اس کے قائل ہی نہیں تھے کہ خدا کو تصور اور حواس کی گرفت میں لانا ممکن ہے تو پھر وہ اس کی شبیہ کیسے بنا سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی نبی اور اس کے صحابہ کے ہاں خدا کی کوئی تصویر نہیں ملتی، بلکہ وہاں خدا کی تصویر کا کوئی تصور بھی نہیں پایا جاتا۔

لیکن جہاں تک مذہب شرک کا تعلق ہے تو اس کے ماننے والوں کے ہاں صورت حال بالکل مختلف ہے۔ وہاں خدا کی تصویر بنانا بھی ایک بڑی عبادت ہے اور اس کی تصویر رکھنا بھی۔ ان کے ہاں تصویر سازی اور مجسمہ سازی کو مذہبی مقام و مرتبہ حاصل ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مذہب شرک کی بنیاد وہ دیوی دیوتا ہیں، جنھیں مشرکین خدا کے ساتھ شریک سمجھتے ہیں۔ یہ دیوی دیوتا ظاہر ہے کہ ذہن انسانی ہی کی تخلیق ہیں، یہ اپنا کوئی حقیقی وجود رکھتے ہی نہیں ہیں۔ چنانچہ انسان نے اپنے ذہن میں جب انھیں تخلیق کر لیا اور اپنے تصور کی آنکھ

۲۲۔ یعنی خدا کے سچے رسول اور ان کے ساتھی۔

سے انھیں دیکھ لیا تو اس کے سامنے یہ بڑا اہم مسئلہ آیا کہ وہ دوسروں تک اپنے ان خداؤں کا تصور کیسے منتقل کرے، یہ خدا ظاہر ہے کہ اس کے ذہن میں اپنی پوری تصاویر کے ساتھ موجود تھے، ان کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں تھا کہ یہ 'لیس کمثله شیءٌ' (الشوریٰ ۴۲: ۱۱) (اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے) ہیں۔ چنانچہ مشرکین نے اپنے ان متصور خداؤں کی تصویریں اور مجسمے بنا کر لوگوں کو ان سے متعارف کرایا۔ یہ تصویریں اور مجسمے صرف تعارف ہی کے لیے نہ تھے، بلکہ یہ ان 'آلھة' کی یاد اور ان کے ذکر کے حوالے سے انتہائی کارآمد تھے۔ کہیں فرشتوں کو خدا مانا گیا تو ان کی خیالی تصاویر بنا دی گئیں، ارواح کو الوہیت کا درجہ دیا گیا تو ان کے لیے کچھ وجود بنائے گئے، جنھیں ان ارواح کا مہبط (اترنے کی جگہ) قرار دیا گیا۔ بعض انسانوں کو الوہیت میں شامل کیا گیا تو ان کی تصاویر اور مجسمے بنائے گئے اور انھیں ان خداؤں کے نازل ہونے کی جگہیں اور ان کے رہنے کا مقام بتایا گیا۔

مشرک قوموں کے احوال سے پتا چلتا ہے کہ فن مصوری اور مجسمہ سازی سے ان کی بہت سی اغراض وابستہ تھیں۔ سب مشرک قوموں نے اپنے افکار، اپنے احوال اور اپنی ثقافت کے مطابق مختلف اشکال پر اپنے اپنے آلہہ تخلیق کر رکھے تھے۔ مثال کے طور پر آپ یونانی تہذیب کو دیکھیں تو انھوں نے اپنے معبودوں کو انسانی صفات سے متصف ٹھیرایا تھا۔ ان کے معبودوں میں عشق و محبت اور نفرت و دشمنی، ہر طرح کے جذبات پائے جاتے تھے۔ وہ شادیاں بھی کرتے تھے اور ان سے نسل بھی چلتی تھی۔ غرض ان کی پوری ایک الگ کائنات تھی، جو دراصل، یونان کی مشرک قوم ہی کے ذہن میں پائی جاتی تھی، لیکن اپنے انھی ذہنی تصورات کی بنا پر انھوں نے اپنے خارج میں مشرکانہ تصاویر اور مجسموں کی ایک دنیا بسا رکھی تھی۔ اس طرح کی دنیا محض یونان ہی نہیں مصر، ہندوستان اور دوسرے کئی ممالک میں بھی پائی جاتی تھی۔

مشرک قوموں میں یہ تصاویر اور مجسمے ہی ان کے عقائد کی طرف دعوت دیتے اور یہی ان کے تصورات کی ترویج کا بہترین ذریعہ تھے۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کے عقائد اور ان کے تصورات

کی زندگی پوری طرح فن مصوری اور مجسمہ سازی سے وابستہ تھی۔ان کے ہاں یہ فن کوئی معمولی فن نہیں تھا۔وہ اسی فن کے ذریعے سے اپنے خداؤں کوان کے محسوس وجود میں لاتے تھے۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مشرک قوموں میں تصویر سازی اور مجسمہ سازی ایک بڑی عبادت کا درجہ رکھتی تھی۔

اب ہم اس بات کا مطالعہ کرتے ہیں کہ مشرک قوموں میں فن مصوری سے دل چسپی کی کیا نوعیت رہی ہے؟

مشرک قوموں کی فن مصوری سے دل چسپی

مشرک قوموں میں فن مصوری اور مجسمہ سازی جب مذہب شرک کی خدمت میں باقاعدہ سرگرم عمل ہوا تو اسے ایک مقدس فن قرار دیا گیا، کیونکہ اسی فن کے ذریعے سے وہ بڑے اہتمام اور بڑی محنت کے ساتھ، اپنے خدا کو وجود میں لایا کرتے تھے۔وہ کسی شے یا کسی انسان کے روپ میں خدا کی تصویر یا مجسمہ بنایا کرتے اور اس میں اپنے فن سے کمال پیدا کر دیتے تھے۔ان تصاویر اور مجسموں کو آج بھی دیکھیں تو آدمی حیران رہ جاتا ہے۔

اب سے ڈھائی ہزار سال پہلے جب بدھا کی مورت بنائی گئی تو یہ مورت ایک تاریخی شخص کی اصل صورت کا عکس نہیں تھی، بلکہ مقررہ جسمانی صفات کا ایک ہم آہنگ مجموعہ تھی۔ یہ کامل حسن، کامل علم اور کامل خیر کا ایک پیکر تھی۔ یہ آدمیت کے روپ میں الوہیت کا انسانی تصور تھا، جسے انسان نے اپنے فکر وخیال کی آخری حدوں پر کھڑے ہو کر تخلیق کیا تھا۔

مجسمہ چاہے بدھ کا ہو یا کسی اور کا، فن سنگ تراشی میں سنگ تراش کو باقاعدہ کچھ اصولوں پر عمل کرنا ہوتا تھا، یہ اصول عام تھے۔

مشرکین کے ہاں مجسموں کی کئی قسمیں ہوتی تھیں۔بعض مجسمے ایسے تھے،جنھیں بنانا، بنوانا اور رکھنا ثواب کا کام تھا۔انھیں دیکھنے سے شرک پر ایمان رکھنے والے شخص کے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی تھی۔بعض مجسمے ایسے تھے جو عبادت گاہ کے اندر بطور بت کے رکھے جاتے تھے، عبادت کی تکمیل کے لیے معبد میں ان کی موجودگی ضروری تھی۔مجسموں کی یہ دونوں اقسام بناتے

ہوئے سنگ تراش کا مقصد اپنے ذاتی احساسات کو ظاہر کرنا یا اپنے کسی تصور کی تشکیل نہیں ہوتی تھی۔ وہ بس مقررہ قاعدوں کے مطابق ہی ایک بت بناتا تھا۔ یہ برا سمجھا جاتا تھا کہ وہ خود سے کسی انسان کی شکل پر بت کو بنادے یا وہ بت بناتے ہوئے دوسری مادی اشیا کی نقل کرے۔ مجسمہ ساز کے لیے لازم تھا کہ جن دیوتاؤں کے بت بنانا اس کے پیش نظر ہوتا، وہ ان بتوں کو ان دیوتاؤں کے دھیانوں (یعنی وہ تصور جو دیوتا کی خصوصیتوں یا علامتوں کی بنا پر قائم کیا گیا تھا) کے مطابق بنائے، کیونکہ یہی دھیان ان آکاش باسیوں (دیوتاؤں) کے لیے مناسب تھے۔ ان دیوتاؤں کی علامات وخصوصیات کتابوں میں لکھی ہوتی تھیں، مصوران کتابوں کا مطالعہ کرتا تاکہ وہ ان کا صحیح اور کامیاب دھیان کر سکے اور پھر اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے دھیان پر بھروسا کرے، نہ کہ حواس پر یا ان چیزوں پر جو دیکھی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ مجسمہ ساز ان کے دھیان میں محو ہو رہتا، حتیٰ کہ وہ اپنا منصوبہ پورا کر لیتا۔

بت ساز کو اپنی پاکیزگی اور تزکیے کے لیے یہ ہدایت دی جاتی تھی کہ وہ کام شروع کرنے سے پہلے روزہ رکھے، ظاہر اور باطن کو پاک کرنے لیے مقررہ عمل کرے اور رات کو یہ دعا مانگے کہ اے دیوتاؤں کے دیوتا، مجھے خواب میں یہ بتا دے کہ میں اس کام کو جس کا میں نے ارادہ کیا ہے، کیسے انجام دوں؟ چنانچہ مجسمہ سازی اپنی جگہ پر ایک پوری عبادت تھی، لیکن ظاہر ہے کہ اس عبادت کے لیے فن سنگ تراشی کا جاننا ضروری تھا۔

بت ساز کا منصب خوب صورت شکلیں بنانا نہیں تھا، اسی طرح اس کا موضوع انسان یا مادی چیزیں بنانا بھی نہیں تھا۔ بت تو پتھر کا کوئی ٹکڑا یا اقلیدسی شکلوں کا کوئی مجموعہ بھی ہو سکتا تھا، لازمی بات صرف یہ تھی کہ وہ اصولوں کے مطابق بالکل صحیح بنایا جائے، ورنہ اس کی پوجا نہیں کی جا سکے گی۔ اسی طرح اگر کوئی بت انسانی صورت پر بنایا جاتا تھا تو بھی بعض باتوں کا انتہائی خیال رکھا جاتا تھا۔ مثلاً ایسی صورت میں اس کی آنکھیں مخصوص منتر پڑھتے ہوئے بنائی جاتی تھیں، کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس کے بغیر دیوتا بت کو اپنا مسکن ہی نہیں بنائے گا اور اس بت کی پوجا بے معنی ہو جائے

گی۔

ہم مجسمہ سازی اور تصویر سازی کے اس کام کو جو مذہبی مقصد کا حامل تھا، اگر جمالیات کے نقطۂ نظر سے جانچیں تو ہمارا مذاق، خواہ تربیت یافتہ نہ بھی ہو، تب بھی ہمیں ان تصاویر اور مجسموں میں خوبیاں نظر آئیں گی۔

مشرک قوموں میں روحانی تصورات کو مجسم کرنا فن مصوری اور سنگ تراشی کا کمال تھا۔ چنانچہ جب کسی صناع یا مجسمہ ساز کا موضوع دیوتا ہوتے تھے اور اس کا مقصد ان دیوتاؤں کی عظمت و قوت اور ان کے جلال و جمال کو انسان کے ذہن نشین کرنا ہوتا تو وہ حسن اور عشق کی جو کیفیت چاہتا دکھا سکتا تھا۔

بعض ادوار کے صناعوں اور مجسمہ سازوں نے جب دیوتاؤں کو انسان کے روپ میں ظاہر کیا، تو انھوں نے انسان کے جسم کو ہاتھ، پاؤں سر اور دھڑ کا مجموعہ سمجھ کر نہیں بنایا، بلکہ اسے دائمی حرکت، جسے ہم زندگی کہتے ہیں، اس کی علامت جان کر بنایا ہے۔ انسان کو تو بے شک بڑھاپا لاحق ہو جاتا ہے، لیکن قدرت سدا جوان رہتی ہے، پس سنگ تراشوں نے دیوتاؤں کے جسم کے لیے جوانی کی کیفیت لازمی مانی۔ انھوں نے انسانی جسم کو استعارۃً انسانی حسن اور قوت سے برتر حسن اور قوت کا مظہر بنا دیا۔ انسانی صورت کے بت کے جسم پر جو جلد ظاہر کی گئی، اسے اس قدر نرم اور نازک دکھایا کہ اس کے اندر زندہ وجود کی طرح گردش کرتا ہوا خون محسوس کیا جا سکے، بدن کے جوڑ اس طرح سے بنائے کہ وہ حرکت کرتی ہوئی قوتوں کی گزرگاہ معلوم ہوں۔ ان صناعوں نے مجسموں کے چہروں کو کامل علم اور کامل سکون کی مثال سمجھا، اور ان کے لیے ایسی نیم باز آنکھیں بنائیں، جو دنیا کو نہیں دیکھتیں، بلکہ شخصیت اور وجود کی گہرائیوں کو دیکھتی ہیں۔ ان کی ایسی صورتیں بنائیں، جن پر جذبات کا اثر پڑ ہی نہیں سکتا۔

یہ تصاویر اور مجسمے جس طرح بنائے جاتے تھے، اس سے تصویر اور مجسمہ کوئی ساکت چیز نہیں رہتا تھا، بلکہ شعاع کی طرح ہر اس شخص کی آنکھوں میں سما جاتا، جو اس کے راستے میں آ جاتا اور یہ

زندگی کی ایک موج بن کر خود بہتا اور دوسروں کو بہاتا۔ مصوروں اور مجسمہ سازوں نے اپنے کمال فن سے یہ ظاہر کیا کہ یہ مجسمے یا تصاویر پیچ وتاب کی منزل کے اس پار سکوت کے وہ حسین نمونے ہیں، جن کی پرستش انسان پر لازم ہے۔

ان مجسموں کو دیکھنے والا اگر خدائے واحد کے تصور سے نا آشنا ہوتا تو وہ محسوس کرتا کہ شاید ان مجسموں کے صناعوں نے ایسے کامل وجود کی جھلک دیکھ لی ہے، جو ساکن بھی ہے اور متحرک بھی، جو ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، جو متشکّل بھی ہے اور شکل وصورت سے بالاتر بھی[۲۳]۔

اس سارے مطالعے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ فن مصوری اور مجسمہ سازی مذہب شرک کی بنیادی ضروریات کو پورا کرتا تھا اور مشرکین اس فن سے گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ اگر یہ فن کسی مشرک قوم سے چھین لیا جائے تو گویا ہم نے اس کے ایمان وعقیدہ کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے۔

اب ضروری ہے کہ اس سے متعلق ہم اس سوال کی طرف بڑھیں کہ اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں فن مصوری کے ترقی پانے کی کیا وجہ ہے؟

دوسرے مذاہب میں فن مصوری کے ترقی پانے کی وجہ

درج بالا تفصیل سے ہمارے اس سوال کا پورا جواب بھی سامنے آ جاتا ہے کہ اسلام سے ہٹ کر اگر دیکھا جائے تو بعض دوسرے مذاہب میں فن تصویر سازی کے ترقی پانے کی کیا وجہ ہے۔ آپ دیکھیں وہ سارے مذاہب جو مشرکانہ ہیں، ان میں تصویر سازی اور مجسمہ سازی کو ایک بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ بدھ مت، جین مت، ہندوازم اور آشوریائی، یونانی، مصری تہذیبوں کے مذاہب، ان سب میں جہاں جہاں بھی شرک پایا جاتا ہے، تصویر سازی اور مجسمہ سازی کا فن ان کی تہذیب اور ان کے مذہب کا روح رواں ہے۔ حتیٰ کہ عیسائیت میں بھی جب شرک داخل ہوا تو پھر کلیساؤں کو عیسیٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام اور دیگر صلحا کی تصاویر[۲۴] ہی سے آباد کیا گیا۔ خود عرب[۲۵] کا

---

[۲۳] تاریخ تمدن ہند سے ماخوذ۔

[۲۴] سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ سیدہ ام حبیبہ اور ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کنیسہ کا ذکر

حال یہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانے میں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی کعبہ پر غلبہ حاصل نہ ہوا تھا، بیت اللہ ۳۶۰ بتوں سے معمور تھا، ان میں سے کچھ لکڑی کے بنے ہوئے تھے، کچھ پتھر سے تراشے ہوئے تھے اور کچھ رنگ دار تصاویر تھیں۔ ہر قبیلے نے اپنا ایک بت بیت اللہ میں سجا رکھا تھا۔

چنانچہ یہ فن مصوری اور مجسمہ سازی ہی وہ فن ہے، جس سے مشرکین نے نہ صرف یہ کہ شرک کی دنیا آباد کی ہے، بلکہ اسی فن کو انھوں نے مذہب شرک کی بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔ جن مذاہب میں اس فن کی یہ اہمیت تھی، ان میں یہ فن کیوں نہ ترقی پاتا اور کیوں نہ اپنے کمال کی بلندیوں کو پہنچتا۔

اب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں کہ احادیث میں تصویر کے بارے میں یکسر منفی رویے کی کیا وجہ ہے؟

تصویر کے بارے میں احادیث میں منفی رویے کی وجہ

درج بالا بحث سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث میں تصاویر کو بس مٹا دینے ہی کی بات کیوں پائی جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں جس دعوت کا علم بلند کیا تھا، وہ سرتاسر توحید کی دعوت تھی۔ آپ کے ساتھ مشرکین عرب کا اصلاً ایک ہی جھگڑا تھا اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بے رحمانہ طریقے سے شرک کی بیخ کنی پر کیوں کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی حمایت اور شرک کی مخالفت میں بہت سختی دکھائی ہے۔ آپ نے اہل شرک کے ساتھ ان کے مذہب کے معاملے میں کوئی رو رعایت نہیں برتی۔ آپ نے شرک

کیا، جسے انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا، اس میں تصاویر تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان (عیسائیوں) میں سے جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو یہ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہ تصاویر بنا دیتے تھے۔

(مسلم، رقم ۵۲۸)

۲۵ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ کے روز) بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں ابراہیم علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے مجسمے دیکھے۔ (بخاری، رقم ۳۳۵۱)

کے ہر نشان کو بس مٹا کر ہی چھوڑا۔ کہیں بھی کوئی تسمہ نہیں لگا رہنے دیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہم احادیث میں یہ دیکھتے ہیں کہ آپ اہل شرک کے ہاں پائی جانے والی مشرکانہ تصاویر سے شدید دشمنی کا اظہار کرتے ہیں اور آپ انھیں ہر طریقے اور ہر حوالے سے بس مٹا ہی دینا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ خداے احد کے نبی کی شان یہی ہونی چاہیے۔

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دور جدید میں تصویر کا غالب استعمال کیا ہے؟ یعنی اپنے استعمالات کے حوالے سے تصویر آج ہمارے سامنے کس روپ میں آتی ہے؟

دور جدید میں تصویر کا غالب استعمال

جہاں تک شرک کے حوالے سے تصویر کے استعمال کا تعلق ہے، تو اس کی نفی آج بھی نہیں کی جا سکتی، کیونکہ مشرکانہ عقائد رکھنے والی قوموں میں آج بھی تصویر مظہر شرک کے طور پر اپنا کردار ادا کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور وہ قومیں آج بھی بڑے پیمانے پر اس سے یہ خدمت لیتی ہیں، لیکن آج کے اس دور میں ایسا نہیں ہے کہ تصویر کا بڑا استعمال بس یہی ہے، بلکہ اب تصویر کو انتقال معلومات کے لیے بہت بڑے پیمانے پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ زندگی کے تقریباً ہر گوشے میں معلومات، آرا، افکار، مسائل، افراد اور اشیا کو بہترین صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے (Communication) کا کام آج تصویر ہی کے ذریعے سے لیا جاتا ہے۔ یہ چیز پہلے ممکن نہ تھی اور آج یہ اس وجہ سے ممکن ہوگئی ہے کہ اب تصویر صرف ساکت نہیں، متحرک شکل میں، بہت مشکل سے نہیں، بڑی آسانی کے ساتھ، چھوٹے پیمانے پر نہیں، بہت بڑے پیمانے پر اور کسی کم تر شکل میں نہیں، بہت بہتر شکل میں وجود میں لائی جا سکتی ہے۔ پہلے یہ ممکن نہیں تھا اور پھر یہی نہیں، بلکہ آج تصویر کو ایک جگہ بیٹھے ہوئے، ایک لمحے کے اندر کہیں سے کہیں بھیج دینا بھی انسان کے اختیار میں ہے، صرف ایک آدھ تصویر کو نہیں، بلکہ ایک پورے علاقے اور پورے ماحول کو تصویر کے روپ میں اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پر رکھ دیا جا سکتا ہے۔

آج ایک استاذ مشرق بعید کے کسی ملک میں ایک کلاس روم میں کھڑا طلبہ کو پڑھاتا ہے اور

مغرب کے بعید علاقوں میں گھر بیٹھے ہوئے طلبہ اس سے براہ راست استفادہ کرتے ہیں۔ یہ تصویر ہی ہے جس نے پوری دنیا کو اس کی بہترین صورت میں ایک گلوبل ویلج بنا دیا ہے۔ اگر تصویر کا یہ وجود نہ ہوتا، جو آج ہے تو بے شک تیز تر ذرائع مواصلات کی مدد سے انسان دور و نزدیک کی بہت سی خبریں تو ضرور لے آتا، لیکن اس کے باوجود اس کی واقفیت اور اس کی معلومات بہت ناقص اور بہت ادھوری ہوتیں۔ وہ جو کچھ سنتا، اس کی تصویر بس اپنے تصور ہی میں بناتا۔ یہ تصوراتی تصویر تو وہ ضرور بنا لیتا، کیونکہ اس کے بنانے پر انسان فطری طور پر مجبور ہے، لیکن اس کی بنائی ہوئی یہ ذہنی تصویر لازماً ہر دوسرے شخص کے تصور سے مختلف ہوتی۔ نتیجۃً وہ بہت کچھ جان کر بھی یہی کہتا کہ 'لیس الخبر کالمعاینۃ' (سنی سنائی باتیں، آنکھوں دیکھی جیسی نہیں ہوتیں)، لیکن اس ایک تصویر کی وجہ سے اب خبر نے عین معاینہ کا روپ دھار لیا ہے۔

یہ تصویر کا وہ ظہور اور وہ استعمال ہے، جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ انسان کی شناخت کا معاملہ ہو تو تصویر چاہیے۔ طلب علم کا مسئلہ درپیش ہو تو بہتر ابلاغ اس کے بغیر ممکن نہیں۔ طب کی تعلیم میں اس کا کردار تو ہمیشہ سے مسلم ہی تھا، لیکن اب یہ ایکس ریز اور الٹرا ساؤنڈ جو انسان کے داخلی جسم کی تصویر اتارتے ہیں، ان کے وجود نے انسان کی زندگی میں تصویر کے کردار کو ہمہ گیر کر دیا ہے۔ معاشرے کے دشمنوں، چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کو قابو میں لانے کے لیے ان کی تصاویر معاشرے کے لیے آنکھ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

مختلف تہذیبیں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ آج اس میں تصویر اسلحے کا کردار ادا کرتی ہے۔ اب اس کا استعمال اسلحے کا استعمال ہے، اسے حرام کر دیجیے، گویا آپ نے اسلحے کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

تلوار سے مومن بھی کام لیتا ہے اور کافر بھی۔ بے شک شیطان نے بھی تصویر سے بھرپور خدمت لی ہے۔ جنسی بے راہ روی پھیلانے میں آج تصویر کا بے پناہ کردار ہے، گویا وہ اس کام پر مسلط کر دی گئی ہے، لیکن آپ غور کریں، اس کا یہ بھرپور کردار بالکل اسی طرح سے ہے، جیسے سرکشی

پیدا کرنے میں دولت اور صحت کا کردار ہوتا ہے۔ جیسے شیطان وہاں خدا کی ان نعمتوں سے کام لیتا ہے، ویسا ہی اس نے تصویر سے بھی کام لیا ہے۔

اس ساری بحث سے ہماری مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ تصویر کا بہت فائدہ ہے، یہ حرام بھی ہے تو اسے حلال کرلو، بلکہ اس سے ہمیں یہ کہنا ہے کہ تصویر کے اس روپ اور اس کے اس وافر استعمال نے خود تصویر کی جو تصویر ہمارے ذہنوں میں بنائی ہے، وہ اس سے بالکل مختلف ہے جو مثلاً ہر طرف مشرکانہ تصاویر کو دیکھ کر انسان کے ذہن میں بنا کرتی تھی۔ چنانچہ اس صورت حال کے نتیجے میں اس کے بارے میں انسان کا تصور بالکل بدل گیا ہے، دور جدید میں تصویر اصلاً، مظہر شرک کے روپ میں ہمارے سامنے نہیں آتی، بلکہ انسان کی دنیا میں اپنی بے پناہ افادیت کی مختلف صورتوں کو لیے ہوئے آتی ہے۔

اس کے بعد اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تصویر کے حوالے سے دین اسلام کا موقف کیا ہے؟

تصویر کے حوالے سے دین کا موقف

تصویر کے بارے میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبوی کی رہنمائی سے سابقہ صفحات میں یہ بات تو کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ مذہب کا تصویر و تمثال پر اعتراض صرف اور صرف کسی دینی یا اخلاقی خرابی ہی کی بنا پر ہے، ورنہ اسے ان چیزوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہنا۔ چنانچہ نقاشی، مصوری، فوٹوگرافی اور مجسمہ سازی میں سے جو چیز بھی کسی دینی یا اخلاقی خرابی کا باعث بنے گی، وہ اس خاص حوالے سے ممنوع قرار پائے گی۔ البتہ ایک اور بات بھی ہوسکتی ہے اور وہ یہ کہ کسی چیز کے بارے میں یہ خدشہ ہو کہ وہ کسی خرابی کی طرف لے جانے کا ذریعہ بن سکتی ہے، جیسے کہ کسی خاص علاقے اور کسی خاص دور میں یہ مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے کہ مجسمہ سازی شرک کی طرف رغبت کا ذریعہ بننے لگے تو اس صورت میں مجسمہ سازی کو 'سداً للذریعة' ممنوع قرار دے دیا جائے گا، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ممانعت بس اس خاص علاقے میں، اس خاص دور تک اور اس خاص خرابی کی حد تک ہی ہوگی۔

بعض علما کا خیال ہے کہ آج بھی مجسمہ اور شرک ایسے ہی ہیں جیسے جسم اور روح، ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے، لیکن اگر اسے درست مانا جائے تو پھر ظاہر ہے کہ مجسمہ سازی ہمیشہ کے لیے ممنوع ہو گی۔

اسی طرح اگر کسی موقع پر کسی خاص نوعیت کی تصاویر بجائے خود درست ہونے کے باوجود کسی اخلاقی خرابی کا باعث بننے لگ جاتی ہیں تو انھیں بھی 'سداً للذریعة' ممنوع قرار دیا جائے گا۔

لیکن فی نفسہٖ تصاویر کے بارے میں کسی اعتراض کی گنجایش کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ خدا اور اس کے رسول نے انھیں جائز رکھا ہو۔ مسلمانوں کو اسی چیز پر اعتراض ہوتا ہے، جس پر اللہ اور اس کے رسول کو اعتراض ہو۔ چنانچہ نقاشی، مصوری، فوٹو گرافی اور مجسمہ سازی میں سے کوئی چیز بھی فی نفسہٖ ممنوع نہیں ہے۔ البتہ اگر ان میں خرابی کا کوئی عنصر شامل ہو جائے تو پھر الگ بات ہے۔ پھر مذہب اس کا سنجیدگی سے نوٹس لے گا۔

اب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں کہ کیا مقدس افراد یا اشیا کی تصاویر بنانا جائز ہے؟

مقدس افراد یا اشیا کی تصاویر

مقدس افراد یا اشیا کی تصاویر بنانے کے بارے میں قرآن و حدیث میں صریح الفاظ میں کوئی ممانعت نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا اصولاً ایسی تصاویر کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ ان کے اندر پایا جانے والا تقدس، چونکہ ان تصاویر کے مظہر شرک بننے کا باعث ہو سکتا ہے، لہٰذا ہماری رائے میں عقیدت کے جذبے سے مقدس افراد یا اشیا کی تصاویر بنانا مکروہ کے درجے میں ہے۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق عقیدت کے جذبے سے مثلاً بیت اللہ، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صالح شخص کی تصویر بنانا دینی اعتبار سے مکروہ عمل ہو گا۔ البتہ عقیدت کے جذبے سے ہٹ کر کسی ضرورت کے تحت ان کی تصاویر بنانا، مثلاً کسی آرکیٹیکٹ کا تعمیر کی خاطر بیت اللہ کا نقشہ بنانا، بالکل درست عمل ہو گا۔

اب ہم اس سوال پر غور کرتے ہیں کہ کیا کوئی مسلمان فن مصوری کو اختیار کر سکتا ہے؟

مسلمان کے لیے فن مصوری

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی مسلمان مصوری کا پیشہ اختیار کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس سوال کا جواب بالکل سادہ ہے، یعنی یہ کہ وہ فن جس پر شرعاً کوئی اعتراض نہیں، جس سے سلیمان علیہ السلام نے فائدہ اٹھایا اور جس کا ذکر کرتے ہوئے خدا کی آخری کتاب قرآن مجید نہ صرف یہ کہ کوئی تنقید نہیں کرتی، بلکہ سلیمان علیہ السلام کے اس فن سے فائدہ اٹھانے کو اللہ کا فضل کہتی اور اس پر انھیں خدا کا شکر بجالانے کا حکم دیتی ہے، وہ فن ناجائز کیسے ہو سکتا ہے۔ بے شک ایسا فن اپنے اندر وہ شرافت رکھتا ہے کہ اسے کوئی بھی مسلمان اختیار کر سکتا ہے۔ البتہ اس سے وہ کیا کام لیتا ہے، یہ وہ چیز ہے جو اس کی آخرت پر اثر انداز ہوگی۔ اس سے اگر وہ شیطان کے مقاصد پورے کرنے کا کام لیتا ہے تو یہ عمل اسے شیطان کے ساتھیوں میں شامل کرنے کا باعث ہوگا اور شیطان کے ساتھ اس کے حشر کا ذریعہ بنے گا اور اگر وہ اس سے خیر کے کام لیتا ہے تو یہ چیز اس کے لیے اخروی اجر کا باعث ہوگی۔ هذا ما عندی و العلم عند اللّٰه۔